وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (انعام ۱۵۳)
شرک و بدعات اور مذہبی فرقہ پرستی کی تاریک گھاٹیوں میں توحید و سنت کی روشن شاہراہ
صراطِ مستقیم
تصنیف:
حضرت مولانا عبدالرحمٰن
(فاضل دیوبند)
تلخیص و تقدیم:
مختار احمد ندوی
ناشر:
الدار السلفیۃ
بمبئی ۸

عابد محمود قدوسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(الانعام - ۱۵۳)

تصنیف

حضرت مولانا عبد الرحمن (فاضل دیوبند)

تلخیص وتقدیم

مختار احمد ندوی

(ناشر)

الدار السلفیة

۶/۸ حضرت ٹیرس، شیخ حفیظ الدین روڈ (سانکلی اسٹریٹ) بمبئی ۸۔۔۔۔۴۰۰۰

سلسلۂ اشاعت الدار السلفیہ ۶۳

نام کتاب ________ صراط مستقیم

مصنف ________ مولانا عبد الرحمن

تلخیص ________ مولانا مختار احمد ندوی

کتابت ________ توفیق احمد

طباعت ________ فیاض پرنٹرس بمبئی

اشاعت بار اول ________ ستمبر ۱۹۸۵ء

تعداد اشاعت ________ پانچ ہزار

قیمت ________ ۲۰ روپے

ناشر

الدار السلفیۃ

۶/۸ حضرت ٹیرس سانکلی اسٹریٹ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

ملنے کا پتہ] دار المعارف

۱۲- محمد علی بلڈنگ۔ بھنڈی بازار، بمبئی ۴۰۰۰۰۳

اسلم مختار نے فیاض بائنڈنگ اینڈ پرنٹنگ ورکس بمبئی سے طبع کرا کے الدار السلفیۃ ۶/۸ حضرت ٹیرس۔ حفیظ الدین روڈ (سانکلی اسٹریٹ) بمبئی ۸ سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

صراط مستقیم

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کی ہر چیز کو اپنی قدرت و کاریگری کا بہترین کامل و جامع نمونہ بنایا ہے، اسے ہر طرح مناسب و موزوں، صالح و نافع قرار دیا ہے، قدرت کے ان شاہکاروں میں نہ کہیں کوئی نقص ہے، نہ بھول، ہر چیز اپنی جگہ اپنے خالق کی حسین خلقت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ صنع اللہ الذی اتقن کل شی ،، البتہ کائنات کی یہ ساری نعمتیں ثانوی درجہ رکھتی ہیں، اول درجہ کی سب سے انمول نعمت جسے اللہ نے " نعمتی " اپنی نعمت " کہا ہے وہ " اسلام " ہے، اس نعمت نے اسلام کو مکمل فرماکر نہایت فخر و مسرت کے ساتھ اپنے بندوں کو پیش کیا۔ فرمایا :-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ-۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہوا۔

" رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا "

اللہ تعالیٰ کا دین کامل و مکمل ہے، نہ نقص کا حامل نہ زیادتی کا متحمل۔ اسلام دین متین ہے جو اپنے اصول و کلیات کے اعتبار سے ٹھوس اور مضبوط ہے، ہر دور کے لئے صالح اور ہر ملت کے لئے مصلح، کہ وہ قدیم ہے نہ جدید بلکہ ہمیشہ تازہ اور سدا بہار ہے۔

اسلام اس پھیلی ہوئی کائنات میں اللہ کی " صراط مستقیم " ہے بالکل سیدھی واضح اور روشن تابناک راہ، جس پر چلنے والا نہ بھٹکتا نہ گم ہوتا بلکہ یقینی طور پر اپنی منزل مقصود جنۃ الفردوس تک پہونچتا ہے۔

اسلام اللہ کی واحد مرکزی شاہراہ ہے نہ یہ کئی راہوں سے مرکب ہے نہ اس سے کئی راہیں نکلی ہیں یہ واحد اکیلی سڑک ہے، اس میں شروع سے آخر تک کہیں کوئی "چوراہا" نہیں ہے۔

اس راہ پر چلنے والا مسلم کہلاتا ہے، وہ کسی فرقہ کا نہیں بلکہ امت اسلامیہ کا فرد ہوتا ہے، اس لئے کہ مسلمان "فرقہ نہیں" "امت" ہیں، وہ اللہ کے بندے اور رسولؐ کے امتی ہیں۔ اسلام عہد نبوی میں مکمل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکمل صورت میں دنیا کو پیش کیا، یہ ابتداء ہی سے ایک رہا ہے، ایک اللہ، ایک رسول، ایک دین، اور ایک امت، یہی اس کی تاریخ ہے۔ لیکن جب مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوا، تو معاذ اللہ مسلمانوں نے بھی اللہ کے ساتھ اس کے بہت سے "شرکاء" پیدا کئے، رسول کے ساتھ اپنے اپنے امام مقرر کر لئے، امت مسلمہ کا فرد بننے کے بجائے "فرقوں" فرقوں میں بٹ گئے، اور پھر یہ ملت پارہ پارہ ہوگئی، اور اب صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ اسلام کی جو بنیادی دعوت غیر مسلموں کو دیجاتی تھی وہ اس وقت مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ پیش کرنی مشکل ہوگئی ہے۔ خود مسلمان، اسلام کے بنیادی اصولوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، یعنی اللہ کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ جیسا کہ خود اللہ نے اپنی کتاب میں اپنی تعریف کی ہے، اللہ کی اس حیثیت وحقیقت کو مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، بشریت، امامت، اور شارعیت کو خود مسلمان چیلنج کر رہے ہیں، یہی نہیں مسلمان خود کو صرف مسلمان کہتے ہوئے بھی شرماتے ہیں، جب تک کہ انھیں مسلمان کے ساتھ ساتھ ان کے فرقوں کے ساتھ بھی نہ پکارا جائے۔

ان حالات میں ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو اسلام کی صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے ایک متفق علیہ راہ پیش کی جائے، الحمدللہ صراط مستقیم کی شکل میں اسلام کی متحدہ ومتفقہ

دعوت پیش کی جارہی ہے۔ یہ کتاب اس سے قبل پاکستان میں "صداقت مسلک اہلحدیث" کے نام سے شائع ہوچکی ہے، اصل کتاب بڑی ضخیم تھی، جس میں جابجا مکررات تھے کچھ غیر متعلق مضامین بھی شامل تھے، لیکن کتاب کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر اس کی نہایت جامع تلخیص کی گئی، اس کی زبان اور محاورے کی بھی جابجا تصحیح کی گئی، اور اب اسے نئے قالب میں ڈھال کر نئی شکل وصورت کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

اس کتاب کے مصنف مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند ہیں جو اپنی طرز تحریر سے حق کے بے باک داعی معلوم ہوتے ہیں، کتاب میں جابجا ان کی گرمیٔ تحریر حرارت محسوس کی جارہی تھی جسے ممکنہ حد تک نرم ونازک بنانے کی کوشش کی گئی ہے، پھر بھی کہیں کہیں انداز بیان میں جذباتیت اور شعلہ نوائی پائی جاتی ہے، جو مصنف کے خلوص اور ایمانی جذبات کی ترجمانی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مُخلِص

مختار احمد ندوی

مدیر عام

الدَّارُ السَّلَفِيَّة

۶/۸ حضرت ٹیرس، شیخ حفیظ الدین روڈ

(سانکلی اسٹریٹ) بمبئی ۸

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد گرامی

حضرت امام ابو حنیفہؒ کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ غیر مقلد اہلحدیث تھے،

اُترُکُوا قَولِی بِخَبَرِ رَسُولِ اللّٰہِ

حدیث رسول کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو

(ایقاظ الہمم)

اِذَا صَحَّ الحَدِیثُ فَھُوَ مَذھَبِی

جب حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے!

(ایقاظ الہمم)

اِرشادِ باری تعالیٰ

حقیقی اہلسنّت کون ہیں؟

اِتَّبِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ

وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ

(اعراف ۳)

صرف اُس وحی (قرآن و حدیث) کی اتباع کرو
جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف
نازل کی گئی ہے، اور اس کے سوا دیگر اولیاء
کی اتباع نہ کرو،

اُسوۂ حسنہ

صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(احزاب)

بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین

نمونہ ہے
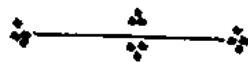
حقیقی اہل سُنت کے بارے میں

محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا ارشاد

فَاَهْلُ السُّنَّةِ طَائِفَةٌ وَّاحِدَةٌ

وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ

(غنیۃ الطالبین)

اہلسنت ایک ہی گروہ ہے اور وہ اہل حدیث ہیں — !

تقلید کے متعلق انتباہ

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(توبة ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے،

جہاں خود سید الکونین کی موجود سنت ہے
وہاں غیروں کے قول ورائے پر چلنا ضلالت ہے
رسول اللہ کے ساتھ اس مقلد کو عداوت ہے!
نہیں وہ اہل سنت بلکہ مشرک فی الرسالت ہے،

کرو دوستو دل سے طاعت نبی کی!
نہیں فرض تقلید تم پر کسی کی!

سنت کو زندہ کرنے والا

سو شہید کا اجر پائیگا
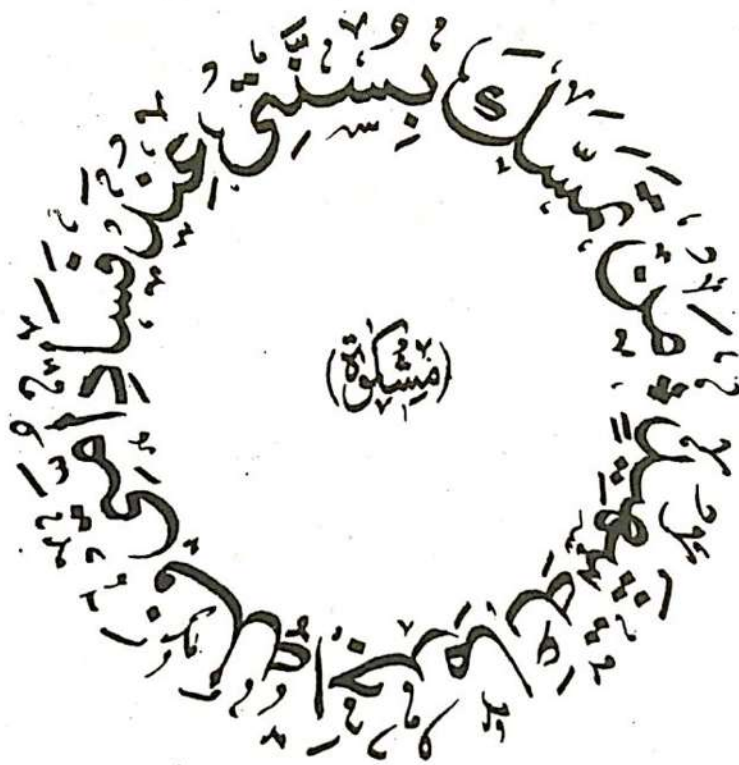
میری امت میں فساد کے وقت جس نے میری سنت سے تمسک کیا اسے سو شہید کا اجر ملے گا،

سنت کا محب رسولِ خدا کا رفیق ہوگا

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ
وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ
فِی الْجَنَّۃِ

(بخاری)

جس نے میری سنت کو محبوب جانا اس نے مجھے محبوب جانا
اور جس نے مجھے محبوب جانا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا،

کوئی دستور مکمل نہ کوئی نظم درست
تیرے لائے ہوئے آئینِ شریعت کے بغیر
دین ہی میں کوئی لذت ہے، نہ دنیا میں ہے لطف
اے غمِ عشقِ نبی، تیری رفاقت کے بغیر

(ماہر القادری)

حق پرست جماعت

بخاری شریف کی حدیث کہ

" میری امت میں سے ایک جماعت ہر زمانہ میں
اللہ کے دین پر قائم رہے گی " الخ

کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علی بن مدینی فرماتے ہیں :-

کہ اس سے مراد جماعت اہل حدیث ہے !
(ترمذی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ تقلید

از مولانا ابوالسلام محمد صدیق محدث سرگودھا

تقلید قلادہ سے ماخوذ ہے، قلادہ کا لغوی معنیٰ گلے میں ہار یا پٹہ وغیرہ ڈالنا ہے۔ اور تقلید کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ امت میں سے کسی امام کی رائے پر دلیل معلوم کئے بغیر عمل کرنا، مقلد تقلید کرنے والے کو کہتے ہیں۔

تقلید کی مذموم صورت

تقلید کی مذموم صورت یہ ہے کہ کسی ایک امام کو معیّن کر کے اس کی ہر رائے اور اجتہاد کو دین تصور کیا جائے جب کہ اس کی رائے اور اجتہاد کو شرعی دلائل یعنی قرآن وحدیث اور اجماع میں سے کسی ایک کی تائید حاصل نہ ہو۔

تقلید کا نقصان

تقلید کی یہ صورت دین کے بیشتر حصہ سے مقلد کو بیگانہ رکھتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امت میں سے کوئی ایسا امام یا بزرگ نہیں ہے کہ اس کی ہر رائے شرعی دلائل کے معیار پر پوری اترتی ہو، جہاں اس کی رائے میں صواب کا احتمال ہے وہاں اس میں خطا کا بھی امکان ہے۔

جب صورت حال یہ ہے تو امام کی جو رائے خطاء سے ہم کنار ہوگی مقلد بھی اس خطاء کو دین تصور کرے گا اور وہ لامحالہ خطا کار ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کا سارا علم کسی ایک امتی کے سینہ میں جمع نہیں ہے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رض

امت کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کا درجہ تمام امت سے بڑھ کر ہے، صحابیت اور حضور کی رفاقت میں ان کو ممتاز حیثیت حاصل ہے، علم وتقویٰ کے اعتبار سے آپ بلند مقام پر فائز ہیں، بایں وصف بعض مسائل کا ان کو علم نہیں ہوا۔

۱۔ ترمذی اور ابو داؤد میں قبیصہ بن ذویب رض سے مروی ہے کہ ایک عورت نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر رض سے دریافت کیا کہ میرا پوتا یا نواسہ وفات پاگیا ہے۔ اس کے ترکہ میں میرا کتنا حصہ ہے، آپ نے جواب دیا:

مَالَكِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ	جہاں تک میرا علم کام کرتا ہے کتاب اللہ اور
شَيْءٌ وَمَا اَعْلَمُ لَكِ فِيْ سُنَّةِ	سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	تیرے لئے کچھ بھی نہیں تم واپس چلی
شَيْئًا وَّلٰكِنِ ارْجِعِيْ حَتّٰى اَسْأَلَ	جاؤ، میں لوگوں سے دریافت کروں گا،
النَّاسَ۔	

حضرت مغیرہ بن شعبہ رض بھی پاس ہی میں موجود تھے، انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو ترکہ میں چھٹا حصہ دیا ہے، محمد بن مسلمہ رض نے بھی تائید کی، تب حضرت ابوبکر صدیق رض نے فیصلہ کیا کہ ترکہ میں جدہ کے لئے چھٹا حصہ ہے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رض صحابہ رض میں ان کی جلالت قدر مسلمہ ہے، انہی کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر رض ہوتا[1] بایں وصف کئی ایک مسائل سے وہ بھی بے خبر ہے بخاری میں ہے کہ جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے، حضرت عمر رض فرماتے تھے کہ پانی نہ ملے تو جنبی نماز نہ پڑھے خواہ ایک ماہ ہی گذر جائے، یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے، مگر حضرت عمر رض کو اس مسئلہ کا علم نہیں ہوا۔

استیذان یہ مسئلہ عام ہے، کسی کے گھر داخل ہونے کے لئے دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن حاصل کرنے کے لئے تین مرتبہ سلام کہو، اس مسئلہ کا نام استیذان ہے۔ مگر اس مسئلہ کا حضرت عمر رض کو علم نہ ہوا۔ جب حضرت ابو موسیٰ نے اس مسئلہ کو بیان کیا تو حضرت ابو موسیٰ کے بیان پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان سے شہادت طلب کی، حضرت ابو سعید خدری نے شہادت دی تب جا کر حضرت عمر رض نے اس مسئلہ کو تسلیم کیا۔ (بخاری، مسلم)

طواف وداع حائضہ عورت کے لئے طواف وداع معاف ہے، حضرت عمر رض کو اس مسئلہ کا بھی علم نہ ہوا۔ وہ فرماتے تھے، کہ حیض سے پاک ہو کر عورت طواف وداع کرے۔ (بخاری و مسلم)

زیادہ مہر ازواج مطہرات کا الگ الگ جتنا مہر تھا، اس سے زیادہ مہر مقرر کرنے کو حضرت عمر رض ناپسند فرماتے تھے، اور زیادہ مہر تجویز کرنے سے روکتے تھے، ایک عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا یعنی جب تم عورتوں کو مہر میں خزانہ دیدو۔

فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (نساء، ۲۰) تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

[1] ترمذی، حاکم، احمد

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہر میں خزانہ بھی دیا جا سکتا ہے، حضرت عمرؓ نے
سن کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ عمرؓ سے زیادہ عورتوں کو علم ہے (مسند ابن منیع)

خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ

حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث ہیں

علیہ وسلم پر ... یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
میں کسی کا کلام نہیں ۔

کے فرشتے ان سے شرماتے ہیں ۔

مدت حمل

حمل کی مدت (جلد دوم صـ ۹۶)

ہوا، حضرت ... کرتے ہوئے امام احمدؒ نے فرمایا :۔

ماہ ہے ۔ دلیل میں یہ آیت ... تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا کہ نہ میری تقلید کرو، نہ مالکؒ،

وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۔ (احقاف ۔ ۱۵)
یعنی اور حمل اور رضاعت ... تیس مہینے ہے ۔
نخعی کی اور نہ ان کے سوا ... احکام

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۔ (بقرہ ۔ ۲۳۳)
یعنی مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال میں دودھ پلائیں ۔

اس آیت میں رضاعت کی جو مدت مقرر کی گئی ہے وہ پورے دو سال
ہے ۔ حمل اور رضاعت کی مجموعی مدت سے دودھ کے دو سال نکال دیئے جائیں
تو باقی مدت حمل کی ہے ۔ جو چھ ماہ ہے ۔

مذکورہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ امت میں سے کوئی ایک بزرگ یا امام
ایسا نہیں ہے کہ ان سے دین کا سارا علم مل سکے اور اس کے جملہ فرمودات پر اعتماد
ہو سکے ۔

یہ تو معلوم ہے کہ تمام امت سے علمی اور عملی اعتبار سے صحابہ کرام کی جماعت
افضل ہے ۔ جن کی شان یہ ہے کہ ان کے دل زیادہ نیک، علم کی انتہائی گہرائی

حضرت ابو موسیٰؓ کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان سے شہادت طلب کی' حضرت ابو سعید خدریؓ نے شہادت دی تب جاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کو تسلیم کیا۔ (بخاری،مسلم)

طواف وداع ❋ حائضہ عورت کے لیے طواف وداع معاف ہے' حضرت عمرؓ کو اس مسئلہ کا بھی علم نہ ہوا' وہ فرماتے تھے کہ حیض سے پاک ہو کر عورت طواف وداع کرے۔(بخاری و مسلم)

زیادہ مہر ❋ ازواج مطہرات کاالگ الگ جتنا مہر تھا' اس سے زیادہ مہر مقرر کرنے کو حضرت عمرؓ ناپسند فرماتے تھے اور زیادہ مہر تجویز کرنے سے روکتے تھے' ایک عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

﴿وَ آتَيْتُمْ إِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (نساء: ۲۰)

"یعنی جب تم عورتوں کو مہر میں خزانہ دے دو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہر میں خزانہ بھی دیا جا سکتا ہے' حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ عمرؓ سے زیادہ عورتوں کو علم ہے۔

(سعید بن منصور۔ابو یعلی عبدالرزاق)

خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ ❋ حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث ہیں' رسول خدا ﷺ نے انہی کے بارے میں فرمایا کہ آسمان کے فرشتے ان سے شرماتے ہیں۔

مدتِ حمل ❋ حمل کی مدت کم سے کم کتنی ہے اس کا علم حضرت عثمانؓ کو نہیں ہوا حضرت ابن عباسؓ نے بتایا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔دلیل میں یہ آیت پڑھی۔

﴿وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (احقاف : ۱۵)

"یعنی اور حمل اور رضاعت کی مجموعی مدت تیس مہینے ہے۔"

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرۃ : ۲۳۳)

"یعنی مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں"

اس آیت میں رضاعت کی جو مدت مقرر کی گئی ہے وہ پورے دو سال ہے۔حمل اور

خلیو پہونچے ہوئے۔ تصنع سے مبرا، سچ پوچھو تو حضور کی مصاحبت اور اقامت دین
انہی کے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے اس طائفہ کو منتخب فرمایا ہے۔
کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ کوئی ایک صحابی دین کا پورا علم محفوظ نہ کر سکا اور بعض مسائل
بخاری میں ہے کہ جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ نہ والے امام، بزرگ کے متعلق یہ ضمانت
سمجھے کہ پانی نہ ملے تو جنبی نماز نہ پڑھے خواہ ان کی ہر رائے برحق ہے، بلکہ انہوں
مسئلہ ہے کہ جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے، مگر حضرت عمرؓ ت وحی ہے۔ اور ہماری بات

استیذان

یہ مسئلہ عام ہے، کسی کے گھر داخل ہوتے نہ کرو۔ کیونکہ امتی کی خطا
ہو کر اذن حاصل کرنے کے لئے تین مرتبہ

امام ابو حنیفہ

نام استیذان شیخ عبدالوہاب شعرانی نے رد تقلید میں امام ابو حنیفہؒ کا قول
نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ كَانَ يَقُولُ لَا يَنۡبَغِي لِمَنۡ يَعۡرِفُ دَلِيۡلِيۡ أَنۡ يُفۡتِيَ بِكَلَامِيۡ وَكَانَ إِذَا أَفۡتَى يَقُوۡلُ هٰذَا رَأۡيُ النُّعۡمَانِ بۡنِ ثَابِتٍ يَعۡنِيۡ نَفۡسَهٗ وَهُوَ أَحۡسَنُ مَا قَدَرۡنَا عَلَيۡهِ فَمَنۡ جَاءَ بِأَحۡسَنَ مِنۡهُ فَهُوَ أَوۡلٰى بِالصَّوَابِ۔

(امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا) کسی شخص کیلئے لائق نہیں کہ دلیل معلوم کئے بغیر میرے کلام پر فتویٰ دے، جب وہ فتویٰ دیتے تو فرماتے یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے مراد اپنا نفس لیتے ہمارے اندازہ میں وہ احسن ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے بہتر رائے پیش کرے تو وہ زیادہ مناسب ہے۔

(الیواقیت والجواہر جلد دوم ص۹۶)

امام شوکانیؒ نے نقل کیا ہے:۔

قِيۡلَ لِأَبِيۡ حَنِيۡفَةَ إِذَا قُلۡتَ

یعنی امام ابو حنیفہؒ سے کہا گیا کہ جب آپ کا

رضاعت کی مجموعی مدت سے دودھ کے دو سال نکال دیے جائیں تو باقی مدت حمل کی ہے' جو چھ ماہ ہے-

مذکورہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ امت میں سے کوئی ایک بزرگ یا امام ایسا نہیں ہے کہ ان سے دین کا سارا علم مل سکے اور اس کے جملہ فرمودات پر اعتماد ہو سکے-

یہ تو معلوم ہے کہ تمام امت سے علمی اور عملی اعتبار سے صحابہ کرام کی جماعت افضل ہے- جن کی شان یہ ہے کہ ان کے دل زیادہ نیک' علم کی انتہائی گہرائی تک پہنچے ہوئے' تصنع سے مبرا' سچ پوچھو تو حضورؐ کی مصاحبت اور اقامت دین کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے اس طائفہ کو منتخب فرمایا ہے-

جب صحابہؓ میں سے کوئی ایک صحابی دین کا پورا علم محفوظ نہ کر سکا اور بعض مسائل کا ان کو علم نہ ہو سکا تو ان کے بعد میں آنے والے امام بزرگ کے متعلق یہ ضمانت کس طرح دی جا سکتی ہے کہ ان کی ہر بات صحیح اور ان کی ہر رائے برحق ہے بلکہ انہوں نے بر ملا کہا ہے کہ رسول خدا ﷺ کی ہر بات وحی ہے اور ہماری بات میں صواب و خطا ہر دو کا احتمال ہے لہٰذا ہماری تقلید نہ کرو کیونکہ امتی کی خطا کو دین تصور کرنا سراسر گمراہی ہے-

امام ابو حنیفہؒ ✻ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے رد تقلید میں امام ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے- وہ فرماتے ہیں:

اِنَّهُ كَانَ يَقُولُ لَايَنْبَغِي لِمَنْ يَعْرِفْ دَلِيْلِي اَنْ يُفْتِيَ بِكَلَامِيْ وَكَانَ اِذَا اَفْتَى يَقُوْلُ هٰذَا رَأْيُ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ يَعْنِيْ نَفْسَهُ وَهُوَ اَحْسَنُ مَا قَدَرْنَا عَلَيْهِ فَمَنْ جَاءَ بِاَحْسَنَ مِنْهُ فَهُوَ اَوْلٰى بِالصَّوَابِ.

"(امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا) کسی شخص کے لیے لائق نہیں کہ دلیل معلوم کیے بغیر میرے کلام پر فتویٰ دے' جب وہ فتویٰ دیتے تو فرماتے یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے مراد اپنا نفس لیتے' ہمارے اندازہ میں وہ احسن ہے اگر کوئی شخص اس سے بہتر رائے پیش کرے تو وہ زیادہ مناسب ہے-"

(الیواقیت والجواہر جلد دوم ص ۹۶)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے-

قِيلَ لِاَبِيْ حَنِيفَةَ اِذَا قُلْتَ قَوْلًا وَ كِتَابُ اللّٰهِ يُخَالِفُهُ قَالَ اتْرُكُوا قَوْلِي بِكِتَابِ اللّٰهِ فَقِيلَ لَهُ اِذَا خَبَرُ الرَّسُوْلِ يُخَالِفُهُ قَالَ اُتْرُكُوا قَوْلِيْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ اِذَا كَانَ قَوْلُ الصَّحَابِي يُخَالِفُهُ قَالَ اتْرُكُوا قَوْلِي بِقَوْلِ الصَّحَابِيْ. (القول المفید للشوکانی)

"یعنی امام ابو حنیفہؒ سے کہا گیا کہ جب آپ کا کوئی قول کتاب اللہ کے خلاف ہو' آپ نے فرمایا کتاب اللہ کے مقابلہ میں اس کو چھوڑ دو- پھر کہا گیا کہ حدیث رسولؐ کے مقابل میں ہو' تو فرمایا کہ حدیث کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو- پھر کہا گیا کہ جب صحابی کے قول کے خلاف ہو' آپ نے فرمایا کہ صحابہ کے قول کے مقابلہ میں میرے قول کو ترک کر دو-"

علامہ شامیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے-انہوں نے فرمایا:

اذا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ. (شامی جلد اول ص ۵۰)

"یعنی جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے-"

امام مالکؒ ❋ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے' انہوں نے فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ اِلاَّ مَاخُوْذٌ مِنْ كَلَامِهِ وَ مَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"یعنی رسول اللہ ﷺ کے سوا ہر ایک کا کلام رد و قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہے-" (الیواقیت والجواہر جلد دوم ص۹۶)

امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَ اُصِيْبُ فَانْظُرُوا فِيْ رَأْيِيْ فَكُلَّمَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَ السُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَ كُلَّمَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوْهُ.

(الایقاظ)

"یعنی میں انسان ہوں' اجتہادی مسائل میں مجھ سے غلطی بھی ہوتی ہے اور

نہیں بھی ہوتی اس لیے میری رائے کتاب و سنت کی کسوٹی پر رکھو، موافق ہو تو لے لو مخالف ہو تو چھوڑ دو۔"

امام شافعیؒ ﷺ بیہقی اور حاکم میں ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا:

اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ.

"یعنی میرا مذہب صحیح حدیث ہے"

دوسری روایت میں ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا:

اِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِيْ يُخَالِفُ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلُوا بِالْحَدِيْثِ وَاضْرِبُوا بِكَلَامِيْ الْحَائِطَ.

"جب میرا کلام حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو، اور میرے کلام کو دیوار پر مار دو۔" (الیواقیت والجواہر ۲/۹۶)

ہدایت ﷺ امام شافعیؒ نے مزنی کو ہدایت فرمائی:

يَا اِبْرَاهِيْمُ لَا تُقَلِّدْنِيْ فِيْ كُلِّ مَا اَقُوْلُ وَانْظُرْ فِيْ ذٰلِكَ لِنَفْسِكَ فَاِنَّهٗ دِيْنٌ وَ كَانَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ يَقُوْلُ لَا حُجَّةَ فِيْ قَوْلِ اَحَدٍ دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاِنْ كَثُرُوا لَا فِيْ قِيَاسٍ وَلَا فِيْ شَيْءٍ مَا و عَلَيْكُم بِالْاِطَاعَةِ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ.

"اے ابراہیم! میری ہر بات میں تقلید نہ کرو بلکہ غور کرو وہ دین ہے اور فرماتے کہ رسول خدا ﷺ کے سوا کسی کا قول حجت نہیں اگرچہ وہ تعداد میں بہت ہوں، نہ قیاس حجت ہے نہ کوئی اور شے حجت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو لازم پکڑو۔"

امام احمدؒ ﷺ آپؒ نے فرمایا:

لَيْسَ لِاَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ كَلَامٌ. (الیواقیت والجواہر ۲/۹۶)

"یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کسی کا کلام نہیں"

ایک شخص کو ہدایت کرتے ہوئے امام احمدؒ نے فرمایا

شَیْءٍ مِّمَّا وَعَلَیْکُمْ بِالْاِطَاعَۃِ — اطاعت کو لازم پکڑو۔
لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ بِالتَّسْلِیْمِ۔ ٭

امام احمدؒ آپؒ نے فرمایا:۔

لَیْسَ لِاَحَدٍ مَعَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کَلَامٌ — یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کسی کا کلام نہیں۔

(الیواقیت والجواہر جلد دوم ص۹۶)

ایک شخص کو ہدایت کرتے ہوئے امام احمدؒ نے فرمایا:۔

لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِکًا وَلَا الْاَوْزَاعِیْ وَلَا النَّخَعِیْ وَلَا غَیْرَھُمْ وَخُذِ الْاَحْکَامَ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ۔ — کہ نہ میری تقلید کرو، نہ مالکؒ، اوزاعی، اور نخعی کی اور نہ ان کے سوا کسی اور کی۔ کتاب و سنت سے احکام لو، جہاں سے انہوں نے لئے ہیں ٭ ٭ ٭

(الیواقیت والجواہر ص۹۶ جلد دوم)

سید عبدالقادر جیلانیؒ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے تقلید کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

اِجْعَلِ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ اِمَامًا لَکَ وَانْظُرْ فِیْھِمَا بِتَأَمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ وَالْقِیْلِ وَالْھَوَسِ — یعنی کتاب و سنت کو اپنا امام بنا۔ اور انھیں میں تدبر و فکر کر کسی کے قیل و قال اور ہوس پر فریفتہ نہ ہو۔

خیر قرون

یہ حقیقت ہے کہ تقلید ہی کی وجہ سے مقلد اپنے امام کی رائے بلا دلیل کو دین تصور کرتا ہے اور قرآن وحدیث جو اصل دین ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا یہی اس بات کی گمراہی کا باعث ہے، اپنے اپنے زمانہ میں ائمہ ہدیٰ نے تقلید سے منع کیا ہے، اگر تقلید شخصی کوئی مستحسن امر ہوتا تو اس کا وجود خیر قرون میں ضرور پایا جاتا، صحابہ رضؓ مقلد ہوتے، تابعین اور تبع تابعین میں تقلید کا رواج ہوتا، تاریخ کی ورق گردانی کیجئے، خیر قرون میں ایک بھی ایسا بزرگ نہیں ہے، جس نے کسی دوسرے امام یا بزرگ کی تقلید کی ہو، حضرت ابوبکرؓ کی تقلید کرکے کوئی صدیقی بنا ہو، یا حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی تقلید کرکے کسی نے اپنے آپ کو فاروقی، عثمانی، علوی کہلایا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب یہ پوچھا گیا کہ تم علوی ہو یا عثمانی ہو، توانھوں نے جواب دیا کہ میں نہ علوی ہوں نہ عثمانی:

بَلْ اَنَا عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

بلکہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں ۔

اجماع صحابہ

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں ہے :-

اَجْمَعَ الصَّحَابَۃُ عَلٰی اَنَّ مَنِ اسْتَفْتٰی اَبَا بَکْرٍ وَ عُمَرَ اَمِیْرَیِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَہٗ اَنْ یَّسْتَفْتِیَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَغَیْرَھُمَا

یعنی صحابہؓ کا اس بارے میں اجماع ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مسئلہ پوچھے وہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے بھی مسئلہ دریافت کرے اور ان کے قول پر عمل

يَعْمَلُ بِقَوْلِهِمْ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ، کرے اس کو غیر مناسب نہ سمجھے۔

ابن ہمامؒ نے آخر میں لکھا ہے:۔

يَسْتَفْتُوْنَ مَرَّةً وَاحِدًا وَ مَرَّةً غَيْرَهٗ غَيْرَ مُلْتَزِمِيْنَ مُفْتِيًا وَاحِدًا

یعنی وہ کبھی کسی مفتی سے مسئلہ پوچھتے کبھی کسی سے ایک مفتی کا التزام نہ تھا۔

٭ ٭ ٭ ٭

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے کہ تقلید شخصی کا وجود خیر قرون میں نہیں تھا، بلکہ تقلید خیر قرون کے بعد کی پیداوار ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انہوں نے تقلید کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حجۃ اللہ میں لکھا ہے۔

اِعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَّاحِدٍ،

یعنی خبردار رہیئے کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے پہلے کسی ایک مذہب کے پابند نہ تھے۔

٭ ٭ ٭ ٭

تقلید شخصی کے ناجائز ہونے کے لئے یہ بھی کافی دلیل ہے کہ اس کا وجود خیر قرون میں نہیں تھا۔

اتباع اور تقلید میں فرق تقلید شرعی اصطلاح میں یہ ہے کہ دلیل معلوم کئے بغیر غیر کی بات پر عمل کرنا، قرآن و سنت اور اجماع پر عمل کرنے کا نام اتباع ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ دلیل موجود ہے۔

تقلید کی اقسام | بے علمی کی حالت میں جو تقلید ہوتی ہے، اس کی چار قسمیں ہیں :۔

(قسم اوّل) واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے یعنی مجتہدان امت میں سے کسی ایک غیر معین مجتہد کی تقلید کرنا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ قول سنت کے موافق ہے تو عمل کرے جب اس کو معلوم ہو جائے کہ مجتہد کا یہ قول خلاف سنت ہے تو اس کو چھوڑ دے۔

(قسم دوم) تقلید مباح ہے وہ معین مذہب کی تقلید ہے، بشرطیکہ مقلد اس تقلید کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو اور اس سے انکار نہ کرے اور کسی عمل کرنے والے کو بُرا نہ جانے۔

(قسم سوم) وہ تقلید ہے جو حرام اور بدعت ہے، وہ یہ ہے کہ تقلید معین کو واجب جاننا اور تقلید کی یہ قسم دوسری قسم کی تقلید کی ضد ہے۔

(قسم چہارم) وہ تقلید ہے، جو شرک ہے اس کی صورت یہ ہے کہ لاعلمی میں ایک شخص نے ایک مجتہد کا قول لیا پھر اس کو صحیح حدیث غیر منسوخ معلوم ہوئی۔ مگر اس نے مجتہد کے قول کے مقابلہ میں صحیح حدیث کو چھوڑ دیا یا حدیث میں تحریف کر کے اس کو مجتہد کے قول کے مطابق کر دیا۔

اتباع اور تقلید

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قرآن و حدیث کی ہدایت کے مطابق کرنا اسی طرح آثار صحیحہ کی روشنی میں صحابہ رضؓ کی پیروی کرنا یہ اتباع ہے تقلید نہیں ہے، اس لئے کہ دلائل کے ساتھ پیروی کرنا یہ اتباع ہے اور بغیر دلیل معلوم کئے کسی اُمتی کے قول کو حجت جاننا یہ تقلید ہے۔

نادان دوست

بعض نادان دوست کہتے ہیں کہ بخاری یا مسلم کی احادیث پر عمل کرنا یہ بھی بخاری اور مسلم کی تقلید ہے، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ائمہ حدیث تو احادیث کے ناقل ہیں، ان کی روایت کو قبول کرنا یہ تقلید میں داخل نہیں ہے۔
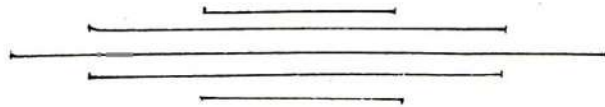
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

مقلدین کیلئے لمحہ فکریہ

۱ - یہ واقعہ ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے زیادہ افضل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں تقلید کے لئے ان کا انتخاب کیوں نہ کیا گیا، امام ابوحنیفہ کی تقلید کیوں کی جاتی ہے جبکہ ان کے تابعیؒ ہونے میں ائمہ رجال کا اختلاف ہے، صحابہؓ سے ان کا درجہ بھی کم ہے،

۲ - اگر یہ کہا جائے کہ جو بزرگ دین کا پورا علم رکھتا ہو، وہ تقلید کا حق دار ہے - یہ معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو بعض مسائل کا علم نہیں ہوا — اگر تقلید نہ کرنے کی یہ وجہ ہے، تو بے شمار ایسے مسائل ہیں جن سے امام ابوحنیفہؒ بے خبر رہے اور وہ معصوم بھی نہیں کہ ان سے خطا اور نسیان نہ ہوتی ہو، تو پھر ان مسائل میں اس دوسرے امام کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی، جو ان مسائل کا علم رکھتا ہے -

۳ - جب صحابہ تمام امت سے افضل ہیں، ان کو نظرانداز کر کے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنے کا معنٰی یہ ہے کہ غیر افضل کا قول افضل کے قول سے راجح ہے یہ اندھی تقلید کا نتیجہ ہے - !

۴ - وہ کون سا امام ہے جس نے یہ نہیں کہا کہ ہماری تقلید نہ کرو، اس کے باوجود مقلدین کا تقلید کرنا سراسر ائمہ کی بے ادبی اور نافرمانی ہے -

۵ - امام کے مذہب کی بنیاد اتباع دلیل ہے، مقلد بغیر دلیل معلوم کئے امام کی

تقلید کرتا ہے اس عمل سے مقلد کا وہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب پر قائم ہے، اس لئے کہ اتباع دلیل اور تقلید آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں،

۶ ۔ مقلدین نے جس امام کی تقلید کی ہے، اس کے بارے میں حسب ذیل دو نظریوں میں سے ایک نظریہ ضرور ہے ۔

امام معصوم ہے — یا — معصوم نہیں ہے ۔

اگر یہ مانا جائے کہ امام معصوم ہے، تو یہ رسالت میں شرک ہے ۔ نبی معصوم ہوتا ہے امتی معصوم نہیں ہوتا ۔

اگر امام معصوم نہیں ہے اور اس سے خطا و نسیان کا ہونا ممکن ہے اور اس کے پاس دین کا پورا علم بھی نہیں، تو پھر صرف ایسے امام کی تقلید کرنے سے پورے دین پر کیسے عمل ہو سکتا ہے ۔

۷ ۔ حسب ذیل امور میں سے امام کے بارے میں مقلدین کا ایک نظریہ ضرور ہے :-

(ا) امام کے جملہ اقوال اللہ تعالیٰ کا دین ہیں ۔

(ب) امام کے جملہ اقوال اللہ تعالیٰ کا دین نہیں ہیں ۔

(ج) مقلد کا مقصد امام کی تقلید کرنا ہے ۔ خواہ امام کا فتویٰ کتاب و سنت کے مطابق ہو یا مطابق نہ ہو ۔

تبصرہ پہلی بات تو غلط ہے اس لئے کہ امام نہ رسول ہوتا ہے اور نہ ہی معصوم کہ اس کے تمام اقوال اللہ تعالیٰ کا دین ہوں ۔

دوسری بات بھی غلط ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات اور امام کے اقوال کو ایک دوسرے کے اقوال سے جدا مانا جائے، ایسا ماننے سے اور

اس حالت میں امام کی تقلید کرنے سے اللہ اور رسولؐ کا انکار لازم آتا ہے ۔
تیسری بات سب سے زیادہ خطرناک ہے کہ حلت و حرمت کا بوجھ مقلدین کی گردن پر ہوگا یا پیشوا کی گردن پر ۔

۸ ۔ صحابہؓ اور تابعین ہدایت پر تھے یا ہدایت پر نہیں تھے ؛

اگر ہدایت پر تھے اور یقیناً ہدایت پر تھے تو ان کے نزدیک کتاب وسنت کی اطاعت ہی دین تھا ۔ ان کے دور میں تقلید کا نام ونشان نہ تھا ۔ بلکہ وہ تقلید کو بُرا سمجھتے تھے یہی حق کا راستہ ہے ۔ ـــ اگر ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ ہدایت پر نہیں تھے ۔ تو اس سے بڑھ کر ضلالت کی کوئی بات نہیں ، جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے افضل اور ہدایت یافتہ ہونے کی تصدیق کی ہے ۔

حقیقت | یہ ہے کہ مقلد اللہ اور اس کے رسول کا بھی نافرمان ہے ، ائمہ دین کی راہ سے بھی بھٹکا ہوا ہے ، اور ان کا بے ادب ہے ۔

اللہ کا نافرمان | اللہ کا نافرمان اس طرح ہے ، اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے :۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ . . .
(نساء ۔ ۵۹)

اگر کسی معاملہ میں تنازع ہو جائے تو اس کے فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے پاس جاؤ ۔

مگر مقلد فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف نہیں آتا ، ادھر آنے کی بجائے وہ اپنے امام کی طرف رجوع کرتا ہے جو صریحاً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے ۔

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

یعنی اختلاف کے وقت سنت رسول اور سنت خلفاء راشدین کو اپنا

اَلْمَهْدِیِّیْنَ ۔ ثالث بناؤ ۔

مگر مقلد کا عمل اس کے خلاف ہے وہ سنت رسول اور سنت خلفاء راشدین کی بجائے اپنے امام کو ثالث بناتا ہے، اور اس کی تقلید کرتا ہے ۔

صحابہ کا نافرمان مقلد صحابہؓ کا نافرمان اس طرح ہے کہ صحابہ ، تابعین، تبع تابعین کے بعد تقلید شخصی کا رواج ہوا ہے، صحابہ کرامؓ تقلید شخصی نہیں کرتے تھے، مقلد تقلید شخصی کرتا ہے، لہٰذا وہ صحابہؓ کا نافرمان ہے،

ائمہ امت کا نافرمان مقلد ائمہ دین اور علماء امت کا اس طرح نافرمان ہے کہ ائمہ دین تو اقوال سلف کو کتاب و سنت کے معیار پر جانچتے تھے، جو قول کتاب وسنت کے مطابق ہوتا اسے لیتے اور جو مخالف ہوتا اس کو رد کر دیتے، اور جس اجتہادی مسئلہ کے بارے میں موافق و مخالف ہونے کا علم نہ ہوتا، زیادہ سے زیادہ اس کو جواز کا درجہ دیتے، مگر مقلد تقلید کے نشہ سے سرشار ہو کر ایسے مسئلہ کو جواز کی بجائے واجب گردانتا ہے، مقلد کا یہ طریقہ علماء سلف کے طریقہ کے سراسر خلاف ہے ۔

۹ ۔ مقلد کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ جن مسائل میں امام کی تقلید کرتا ہے ان مسائل میں اس کا امام برحق ہے، اگر دلیل سے معلوم ہوا تو تقلید ختم، اس لئے کہ کسی امتی کے قول کو بغیر دلیل ماننے کا نام تقلید ہے، اگر تقلید سے معلوم ہوا ہے تو کیا امام معصوم ہے، یا غیر معصوم ؟ اگر کہو کہ امام معصوم ہے تو یہ رسالت میں شرک ہے، اس لئے کہ نبی معصوم ہوتا ہے، امتی معصوم نہیں ہوتا، اگر امام معصوم نہیں واقعۃً بھی امام معصوم نہیں، ان سے خطاء کا امکان ہے تو پھر ایسے امام کی تقلید کس طرح جائز ہے جو خطا و صواب ہر دو کا احتمال رکھتا ہے ۔

سوال | یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام ہر صورت میں اجر کا مستحق ہے، خطا کی صورت میں بھی وہ ایک اجر پاتا ہے۔

جواب | اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ اجتہاد کے وقت کسی غلطی کا مرتکب ہو جائے تو وہ ایکہرا اجر اور صواب کی صورت میں دہرا اجر پاتا ہے مگر اس کا مقلد کو کچھ فائدہ نہیں بلکہ خطاء کی صورت میں تقلید کرنے سے مقلد صواب کے بجائے سزا کا مستحق ہوتا ہے اس لئے کہ وہ خطاء کو دین کا ایک حصہ سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔

۱۰۔ معین امام کے ماسوا دوسرے ائمہ بھی تقلید کے قابل ہیں یا وہی امام تقلید کے قابل ہے، جسکی تقلید کی جاتی ہے، اگر دوسرے ائمہ بھی برحق اور تقلید کے قابل ہیں، تو پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ ہمارا صرف فلاں امام ہے۔ اور اسی طرح ایک امام کو معین کر کے صرف اسی کے قول پر فتویٰ دینے کا کوئی جواز نہیں، ایسا کرنے اور کہنے سے مقلدین تقلید شخصی کا وہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔ کہ تمام ائمہ حق پر ہیں۔

۱۱۔ فقہ حنفیہ میں بیشمار ایسے مسائل ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ، اور امام زفرؒ کے مابین اختلاف ہے، واقعہ میں ایسا بھی ہے کہ اختلاف کے وقت مقلدین اپنے امام کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں اور تلامذہ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، مگر ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے اقوال و آراء کی طرف توجہ بھی نہیں فرماتے، حالانکہ درجہ اجتہاد میں ائمہ ثلاثہ، امام ابو حنیفہؒ سے کم نہیں ہیں، ان کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص بھائی کی سنتا اور مانتا ہے لیکن باپ اور چچا کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

(تلخیص از فتح المبین مولانا بدیع الزماں مرحوم)

خطبہ مسنونہ

سیدالکونین، رحمۃ للعالمین، صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ
وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ
مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ
اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،
اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ
الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ
الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہی ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی
سے مدد چاہتے ہیں اور ہم اسی سے بخشش چاہتے
ہیں، اور ہم اسی پر ایمان لاتے اور اسی پر بھروسہ
کرتے ہیں اور ہم اسی سے پناہ مانگتے ہیں، اپنے
نفس کی بدیوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں
سے، جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ کرنیوالا
نہیں، اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ
دکھانے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ
اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ
اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور حمد
وصلوٰۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ
کی کتاب ہے اور ہر راستہ سے بہتر حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔

مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۔

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی شریف)

اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے ۔
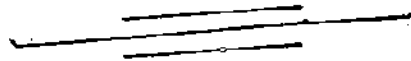
نقشِ آغاز

حق و باطل کا مقابلہ ہر دور میں ہوتا رہا

حق و باطل اور صدق و کذب کی کشمکش ابتدا ہی سے چلی آرہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پیغمبرؑ کے ذریعہ جب قوم کو ہدایت کی تبلیغ کرایا کرتے تھے تو اُس پیغمبرؑ کے وصال کے بعد اُس کے ماننے والے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جاتے اور راہِ ہدایت سے ہٹ کر گمراہ ہو جایا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ کسی دوسرے پیغمبرؑ کو مبعوث فرما کر ان کو ہدایت کی دعوت دیا کرتے تھے، مگر اس پیغمبرؑ کے وصال کے بعد بھی قوم فرقوں میں تقسیم ہو کر صحیح راستہ سے بھٹک جایا کرتی تھی یہ سلسلہ حضرت خاتم النبیینؐ تک چلتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو آخری پیغمبرؑ بنا کر مبعوث فرمایا۔ تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ سابقہ سب پیغمبروںؑ نے ایک ہی دین توحید کو انسانوں کے سامنے پیش کیا اور یہ وہی دین ہے جو آپؐ پر بھی نازل کیا جا رہا ہے، لیکن اس دین اسلام میں اختلاف اس لئے پیدا ہوا کہ سابقہ اُمتیں پیغمبروںؑ کے مسلک کو ترک کر دیتی تھیں۔

٭ ٭ ٭

توحید الٰہی تمام انبیاء کا اصلی ورثہ ہے

چنانچہ سورۂ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے چودہ پیغمبروںؑ کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت لوطؑ، حضرت نوحؑ حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت یونسؑ، حضرت ذکریاؑ، اور حضرت یحییٰؑ کا ذکر کر کے فرمایا:

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۔ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

(انبیاء - ۹۲، ۹۳)

یعنی یہ سب پیغمبرؑ تمہاری امت ہیں اور تم سب ایک امت ہو، اور میں تمہارا رب ہوں، پھر تم میری غلامی کرو، پھر ان سابقہ لوگوں نے اپنے دین کو اپنے درمیان ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔

اسی طرح سورۂ مومنون میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

ہر فرقہ اپنے اپنے خیال میں فرحاں و شاداں ہے

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۔ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ، كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔

یعنی بے شک یہ تمہاری اُمت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پھر تم مجھ سے ڈرو۔ پھر ان سابقہ لوگوں نے اپنا دین اپنے درمیان ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور ہر فرقہ اس مسلک پر جو اس

کے پاس ہے خوش ہو رہا ہے ۔ (سورۃ مومنون آیت ۵۲ و ۵۳)

ان فرمانوں سے ثابت ہوا کہ سب پیغمبرؑ ایک ہی امت تھے اور انہوں نے ایک ہی دین پیش کیا تھا مگر ان کے ماننے والوں نے اس دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، کچھ حصے لے لئے اور کچھ حصے ترک کر کے اپنی طرف سے نئی نئی باتیں دین میں داخل کر دیں اور دین کو مسخ کر دیا، پھر جب حضور اکرمؐ کو اللہ نے آخری پیغمبرؑ بنا کر بھیجا تو یہ ارشاد فرمایا،

دین اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا صریح گمراہی ہے

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا، کُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ

یعنی نماز قائم کرو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ، جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقے بن چکے ہیں، ہر فرقہ اپنے مسلک پر خوش ہے،

(سورہ روم آیت ۳۱، ۳۲)

اور اس کے بعد پیغمبرِ اسلام کو مخاطب کر کے یہاں تک فرما دیا،

قرآن و حدیث میں افتراق حرام ہے،

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ،

یعنی بے شک وہ لوگ جنہوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا ہے اور خود فرقوں میں تبدیل ہو گئے ہیں، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ۔

(سورہ الانعام، ۱۵۹)

ان دونوں فرمانوں میں امت کو یہ سبق دیا ہے کہ تفرقوں میں نہ پڑ جانا اور تفرقے اسی وقت پیدا ہوا کرتے ہیں جب پیغمبر کے دین میں دوسری باتیں ملائی جائیں اور ان کو پیغمبر کا دین بنالیا جائے، ورنہ دین واحد کے متبع صرف ایک ہی طبقہ ہوا کرتے ہیں،

حق وصداقت صرف کتاب وسنت میں بند ہے

چونکہ اس امت میں مختلف فرقے پیدا ہونے والے تھے، اور خدا کو اس کا علم تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مسلک صادق کی پہچان بتائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ مسلک حق صرف وہی ہے جو اللہ کے فرمان کے مطابق ہو چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ ۔ یعنی آپ کہدیں کہ اللہ ہمیشہ سچی بات فرمایا کرتے ہیں۔

(سورہ آل عمران ۹۵)

اس سے ثابت ہوا کہ سچی بات صرف وہی ہوسکتی ہے جو خدا نے فرمائی ہو، اس کے علاوہ انسانوں کی بعض باتیں غلط ہوا کرتی ہیں کیونکہ انسان خطا کار ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا بات میں کون زیادہ سچا ہے اللہ سے۔

(سورہ النساء ۸۷)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا بات میں اللہ سے زیادہ سچا کون ہے،

(سورہ النساء ۱۲۲)

ان ارشادات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ حق وصداقت صرف خدائی فرمانوں میں منحصر ہے خدا کے علاوہ کسی بھی انسان کی بات دلیل نہیں بن سکتی۔

زبانِ نبوت بھی صداقت کا منبع ہے

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی باتیں خود آگر انسانوں کو نہیں پہونچائی تھیں، اس لئے اللہ نے اپنی سچی باتوں کی ترجمانی کے لئے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں سالار انبیاء حضور اکرمؐ کو مبعوث فرما کر یہ اعلان فرمایا:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى . اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى .

(سورہ النجم ۳، ۴)

وہ پیغمبر اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، اس پیغمبر کی باتیں نہیں مگر وحی ہے، جو اس کو کی جاتی ہے۔

اس فرمان سے پیغمبرؐ کے معصوم ہونے کو ثابت فرمایا کہ میرا پیغمبرؐ معصوم ہے، وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا۔

چنانچہ پیغمبرؐ کے معصوم ہونے کو اللہ نے بڑے زوردار الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

پیغمبرؐ کے معصوم ہونے کی خدائی دلیل

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ . لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ . ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ . فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ .

(الحاقۃ ۴۴ تا ۴۷)

یعنی اگر بفرضِ محال وہ پیغمبرؐ جھوٹی بات بنا کر ہم پر بعض باتوں کا الزام لگائے تو ہم اس کا داہنا ہاتھ ضرور پکڑ لیں گے پھر ہم اس کی شہ رگ کاٹ دیں، پھر تم میں سے کوئی شخص بھی اس پیغمبر کا دفاع کرنے والا نہ ہوگا۔

اس فرمان میں پیغمبرؐ کی عصمت کو اس طرح بیان فرمایا : کہ پیغمبرؐ اللہ کی طرف کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر منسوب نہیں کر سکتا اور اگر بفرضِ محال ایسا کرے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی شہ رگ کاٹ دیں ، اور پھر تمام انسانوں میں سے کوئی اس کو بچانے والا بھی نہ ہوگا ،

اس سے ثابت ہوا کہ اگر پیغمبرؐ کوئی بات بھی اپنی طرف سے بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے تو اللہ اپنے قانون کے تحت فوراً گرفت کرلے ، کیونکہ اللہ جس کو پیغمبری کا منصب عطا کیا کرتے ہیں ، اس کی عصمت کا تحفظ خود لیتے ہیں ، ایسا ناممکن ہے کہ خدا کا پیغمبر ہو اور پھر وہ اپنی باتیں خدا کی طرف منسوب کرے ، اس لئے پیغمبرؐ کی بات خدا کی بات ہوتی ہے ،

حق وصداقت کا معیار قرآن وسنت ہے!

یہ بات ثابت ہوگئی کہ حق وصداقت صرف خدائی فرمانوں میں منحصر ہے ، اور اس کا ترجمان صرف معصوم پیغمبرؐ ہی ہو سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں تو اب یہ بات یقینی طور پر واضح ہوگئی کہ دین کے معاملہ میں حق وصداقت کا معیار صرف قرآن ہے جو خدا کی کتاب ہے اور پھر سنت رسولؐ ہے جو قرآن کی تفسیر ہے کیونکہ پیغمبر اپنے قول اور عمل سے دنیائے انسانی کے سامنے قرآن کی تفسیر پیش کرتا رہا ہے ، اس لئے سنت رسولؐ قرآن سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ صرف تفسیر قرآن ہے ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں دین کے اصول پیش کرکے فرمایا ہے ۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (المرسلٰت ۵۰)

قرآن کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان رکھتے ہیں ۔

مطلب یہ کہ قرآن کریم کے بعد کوئی بات اس قابل نہیں کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ اور اس کو مان کر انسان یہ دعویٰ کرے کہ میں مسلک صادق پر ہوں، کیونکہ مسلک صادق تو صرف قرآن کریم میں ہے، اور پیغمبر خدا نے اس کی تفسیر اپنے قول اور فعل سے دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔

اور اسی لئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ	پھر ان منکروں کو چاہیے کہ قرآن جیسی ایک بات ہی بنا لائیں اگر یہ سچے ہیں۔

(سورۂ الطور ۳۴)

مطلب یہ ہوا کہ قرآن کی ہر بات سچی ہے اور اس کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مخالف اس جیسی ایک بات بھی پیش نہیں کر سکتے۔

چونکہ حدیث کا لفظ ان خدائی فرمانوں میں قرآن کے لئے پیش ہوا ہے، جیسے سورہ النساء میں " وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا " ذکر ہے، اور سورہ المرسلٰت میں " بِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ " ذکر ہے، اور یہاں سورۂ الطور میں فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ " ذکر ہے اس لئے سنت رسول اللہ کے لئے بھی یہی حدیث کا لفظ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ عظام ؒ نے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن ہی کی تفسیر ہے، کوئی مختلف چیز نہیں اور اس لئے جماعت اہلحدیث کا مطلب قرآن اور سنت رسول اللہ پر چلنے والی جماعت ہے۔ لہٰذا مسلک صادق صرف اور صرف اہلحدیث کا مسلک ہے، کیونکہ صداقت صرف قرآن و سنت میں منحصر ہے۔

مختلف فرقوں کے بارے میں مدنی ارشاد

اور دوسرا کوئی فرقہ حق و صداقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ دوسرے سب فرقے غیر معصوم انسانوں کے مقلد ہیں، جن کے مسلکوں میں حق و باطل اور صدق و کذب کی آمیزش ہے، خالص قرآن و سنت کسی کا مسلک نہیں، چنانچہ اسی قسم کے فرقوں کے متعلق حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ افْتَرَقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هِيَ. قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میری امت پر ایسا حال ضرور آئے گا، جیسا بنی اسرائیل پر آچکا ہے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا ہو تو میری امت میں سے بھی ضرور ایسا شخص ہوگا، جو یہ حرکت کرے گا، اور بلاشبہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی اور یہ سب فرقے جہنم میں جائیں گے مگر صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبرؐ وہ کون سے لوگ ہوں گے جو بہشت میں جائیں گے، اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس مسلک پر ہوں

گے ،جو میرا اور میرے صحابہ رضی کا ہے ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد واحمد ،
(مشکوٰۃ جلد اول باب الاعتصام صنہ ۳۰)

اس ارشاد میں حضور اکرم نے اس امت کے اختلافات کی خبر بھی دی کہ بنی اسرائیل سے بھی زیادہ فرقے اس امت میں پیدا ہوں گے ،

کیونکہ دین حق میں انسانی خواہشات کی آمیزش ہو جائے تو پھر فرقوں کا پیدا ہونا لازمی ہے ۔ جیسے سابقہ امتوں میں ہوتا رہا ہے۔ اور مسلک صادق بھی صحابہ رضی کے جواب میں بتا دیا کہ وہی جماعت حق پر ہوگی جو میرے اور میرے صحابہ رضی کے طریق پر چل رہی ہوگی ، اور یہ مسلک قرآن وسنت کی تابعداری ہے ، اور یہی مسلک جماعت اہل حدیث کا ہے ۔ کہ صرف قرآن وسنت کی پیروی کی جائے کسی دوسرے امام یا عالم یا بزرگ کی نہیں اور یہ کتاب اسی غرض سے تصنیف کی گئی ہے تاکہ عام مسلمانوں کو حق وباطل میں امتیاز کرنا آسان ہو جائے اور وہ باقی سب مسلکوں کو چھوڑ کر صرف کتاب ھُدیٰ اور سنت محبوب خدا کی پیروی کر کے سعادت حاصل کریں اور آخرت میں سُرخ رُو ہوں ، اللہ سبحانہٗ ہم سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ،

الداعی الی الخیر

عبد الرحمٰن

قرآن وسنت کے مجموعہ کا نام ہی اسلام ہے

سرورِ کائنات، فخر موجودات، سید ولد آدم، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ دو چیزیں انسان کو راہ ہدایت سے کبھی برگشتہ نہ ہونے دیں گی، ایک کتاب اللہ، دوسرے سنت رسول، اس مختصر سے ارشاد میں دراصل سمندر کو کوزے میں بندکر دیا گیا ہے۔ اور امت مسلمہ کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ اسلام قرآن وسنت کے مجموعے کا نام ہے، اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کو نظرانداز کر دیا گیا، تو ضلالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے تم سے صراط مستقیم کو اوجھل کر دیں گے، اور تم چاہ ضلالت میں گرکر اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ و برباد کر لو گے،

افسوس اس قدر واضح اور روشن ہدایت کے باوجود بعض لوگ سنتِ رسول سے اعراض کر کے ائمہ کی تقلید کو اسلام سمجھ بیٹھے ہیں اور بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ کیا ائمہ ان احادیث سے باخبر نہ تھے، جب انھوں نے اس احادیث پر عمل نہیں کیا تو ہم کیوں کریں، ایسا کہنا، دراصل سنت نبوی سے روگردانی کرنا ہے اور سنت نبوی سے روگردانی کرنے والا کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھے گا، قیامت کے روز خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف بطور گواہ پیش ہوں گے اور اس پر اتمام حجت کرتے ہوئے اس سے دریافت فرمائیں گے کیا قرآن کریم میں مجھے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا تھا یا کسی اور کو، کیا میں نے واضح ہدایت نہیں دی تھی کہ قرآن وسنت دونوں چیزیں تمہیں گمراہی سے بچائیں گی تم بتاؤ تم نے اس حکم کی موجودگی میں میری سنت سے کیوں منہ موڑا، اس وقت تارک سنت حسرت و ندامت کے سمندر

میں ڈوب جائیگا، مگر اس وقت کی ندامت کسی کام نہ آسکے گی،

آج کل بعض لوگ سنتِ نبوی سے اعراض کے جواز میں یہ بات بھی پیش کرتے ہیں کہ سارا مجموعۂ احادیث ظنیات پر مشتمل ہے، ہمیں یقینی اور قطعی طور پر تو اس بات کا علم نہیں ہوسکتا کہ فلاں بات حضور علیہ السلام نے فرمائی ہے، یا فلاں کام آپ نے کیا ہے، قطعی اور یقینی کلام تو قرآن کریم ہے۔ جس کی حفاظت کا اس نے وعدہ بھی کیا ہے۔ اور یہ ایک واقعاتی حقیقت بھی ہے کہ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا لہٰذا ہمارے لئے وہی کافی ہے اور ذخیرۂ احادیث جو ظنیات پر مشتمل ہے اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں، مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال قلتِ تدبر کے سبب سے ہے، قرآن کریم اور سنت نبوی دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہیں، مثلاً خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ نماز پڑھو، آپ نے اسی وقت لوگوں کے سامنے نماز پڑھ کر دکھادی، پس قرآن و سنت میں کوئی بُعد نہیں پایا جاتا، احادیث کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مدت دراز کے بعد جمع ہوئی ہیں، اس لئے ناقابل اعتبار ہیں یہ بات بھی حقیقت کے برخلاف ہے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ احادیث کی کتابت کا کام کرتے تھے، جس کی تفاصیل کتب حدیث میں موجود ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ احادیث زمانۂ دراز کے بعد جمع ہوئی ہیں، ایک ناپائیدار اور ناقابل اعتبار بات ہے -

دین مکمل ضابطہ حیات ہے

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل فرمایا، یہ لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہے اور روشنی ہے، اس میں ہدایت کے اور اسلام اور کفر میں امتیاز کرنے والے دلائل موجود ہیں، یہ کتاب الٰہی بتدریج آہستہ آہستہ نازل ہوتی رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اپنے دین کی تکمیل کر دی اور فرمایا:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ ۳)

یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے چمٹے رہنے کا حکم فرمایا:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (آل عمران ۔ ۱۰۳)

تم اللہ کے دین کو اکٹھے ہو کر مضبوطی سے تھام لو اور ٹولی ٹولی مت ہو جاؤ۔

نیز اپنی اور اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ہر اس کام میں حکم دیا جو اپنی طرف سے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، چنانچہ فرمایا:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (المائدہ ۹۲)

اور اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ
(النُّوْر ۵۴)

اگر تم اس (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کروگے تو ہدایت یافتہ ہوگے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف احکام الٰہی لوگوں تک پہونچانا ہے

ایک اور موقع پر فرمایا :-

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۔
(النساء - ۸۰)

جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منہ پھیر لیتا ہے (تو کوئی بڑی بات نہیں) ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا ۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ
(النساء - ۱۱۴)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر کربستہ ہوجاتا ہے ۔ اور اس کی (مقرر کردہ) حدود سے تجاوز کرتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور ذلیل ورسوا کرنے والے عذاب میں مبتلا ہوگا ۔

٭ ٭ ٭

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے، جب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی پیروی کریں، آپ کی منہیات سے باز رہیں، اور آپ کے اقوال وافعال کی پوری پوری پیروی کریں ۔

رسول اللہؐ کے تمام اقوال و احوال وحی کے تحت تھے

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال وحی الٰہی کے ماتحت سرزد ہوتے ہیں، جیسے فرمان ایزدی ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم ۳، ۴)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تکلم اور گفتگو ہمیشہ وحی الٰہی کے مطابق ہوتی تھی۔

اسلامی شریعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور اوامر و نواہی کو اصول ثانی کی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ پہلا بنیادی اصول کتاب الٰہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تدریجاً کلمہ کلمہ اور آیت آیت کی شکل میں نازل ہوئی اس لئے تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام ان دو اصولوں پر قائم ہے جب تک ان دونوں پر ایمان نہ لایا جائے اور تمام حالات اعمال اور اعتقادات میں ان کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے اس وقت تک کسی کا ایمان درست نہیں ہوگا۔

مسلمانوں نے اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے جو قرآن پاک کی کسی آیت یا کلمہ قرآن کا انکار کرتا ہے یا ایسی سنت کا انکار کرتا ہے جو پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہو، جیسے کوئی شخص سفر کے ماسوا عصر کی چار رکعت سنت کا انکار کرتا ہے اور جیسے کوئی عصر کی نماز میں قرأت بالجہر پر یقین رکھتا ہے حالانکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ عصر کی نماز میں چار رکعت سنت ہیں اور اس کی فرض نماز میں قرأت سری ہے۔

٭ ٭ ٭

بہترین نمونہ پیغمبر اعظمؐ کی زندگی ہے

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب ۲۱)

یعنی خدا کے رسول کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے ۔

اس لئے کہ اس ارشاد میں اسوۃٌ مبتدا ء مؤخر ہے اور فی رسول اللہ اس کی خبر مقدم ہے اور جب کوئی مؤخر جملہ عربی میں مقدم کیا جائے تو وہاں حصر اور تخصیص مراد ہوا کرتی ہے، لہٰذا مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ صرف پیغمبرؐ کی زندگی میں ہی سیکھے جانے کے نمونے ہیں، کسی غیر کی زندگی میں نہیں ہو سکتے، اس ارشاد میں اس تخصیص سے یہ ظاہر ہوا کہ پیغمبرؐ کے سوا کسی کی زندگی مسلمانوں کے لئے واجب الاطاعت نہیں ہے، اس لئے پیغمبر خدا کے سوا کوئی دوسرا شخص امام بھی نہیں ہو سکتا یہی مسلک اہل حدیث ہے کہ امام صرف پیغمبرؐ ہے دوسرا کوئی نہیں ۔

رسول اللہ کا نافرمان جنت سے محروم ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا :

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ وَمَنْ اَبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى ،

(رواہ البخاری مشکوٰۃ جلد ۱ باب الاعتصام ص ۲۷)

یعنی میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر وہ جنہوں نے انکار کیا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے پیغمبرؐ کون ہے انکار کرنے والا، آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ بہشت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی بیشک اس نے انکار کیا ۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص سنت رسول سے منہ پھیرے اسے پسِ پشت ڈال دے اور ادھر اُدھر بھٹکا پھرے اور غیروں کی باتیں سنے اور ان پر عمل کرے تو ایسا شخص پیغمبر خدا کا نافرمان ہے تو گویا اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کر دیا لہٰذا وہ جنت کی خوشیوں سے محروم رہے گا۔

اتباع سنت ہی عشق رسولؐ کا معیار ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے اگر تجھ سے یہ بات ہو سکے کہ صبح و شام کسی کے لئے اپنے دل میں تو کھوٹ نہ رکھے تو پھر ایسا کر پھر اس کے بعد فرمایا کہ اے میرے بیٹے!

ذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيْ (مشکوٰۃ جلد ا ص ۳۰ باب مذکور)

یعنی یہ کام کرنا میری سُنت ہے، اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔

ان دو ارشادات پر آپ غور کریں پہلے میں فرمایا تھا کہ جس شخص نے میری اطاعت نہ کی اس نے میرا انکار کیا وہ بہشت میں نہ جائے گا۔ دوسرے ارشاد میں اس کی تفسیر فرمائی کہ میری اطاعت میری سنت کی اطاعت اور میری محبت میری سنت سے محبت ہے لہٰذا جو میری سنت سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہوگا اور میرے ساتھ بہشت میں جائے گا۔

فرمانِ نبوت کے مقابل کسی پیغمبر کی بھی نہیں چلتی

حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رض تورات کا ایک نسخہ لائے اور حضور سے عرض کیا کہ یہ تورات کا نسخہ ہے، حضورؐ خاموش ہو گئے، پھر حضرت عمر رض نے وہ نسخہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور سر نیچے کر لیا تو حضور اکرمؐ کا چہرہ اقدس غضبناک ہو گیا حضرت ابو بکر رض نے یہ دیکھا تو بلند آواز میں حضرت عمر رض سے کہا اے عمر رض تجھے گم پانے والیاں گم پائیں، کیا تو رسول اللہ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ رہا ہے حضرت عمر رض نے جب دیکھا کہ آپ غضبناک ہیں تو عرض کیا کہ :

أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہیں۔

کتاب و سنت ہی قیامت تک مشعل راہ ہے

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسٰى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ.

یعنی قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر بفرض محال تمہارے لئے حضرت موسیٰؑ ظاہر ہو جاتے تو تم ان کی تابعداری کر لیتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو ضرور سیدھے راستے سے گمراہ ہو چکے ہوتے۔ اگر حضرت موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا

زمانہ پاتے تو ضرور میری تابعداری کرتے، (مشکوٰۃ جلد اول باب مذکور)

اور میرے نقش قدم پر چلتے،

٭ ٭ ٭

اس ارشاد پر آپ ذرا غور کریں کہ حضور اکرم ؐ کے بعد کسی پیغمبر ؑ کی تابعداری کرنا بھی گمراہی ہے تو پھر غیر پیغمبر کی تقلید اور تابعداری کرنا کیسے گمراہی نہیں،

اپنی خواہش کو سنت رسول کے تابع کرنا ایمان ہے

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا:۔

تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ فِى الْمُوَطَّا۔ (مشکوٰۃ جلد اول باب مذکور ص۳۱)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں تم ہرگز نہ گمراہ ہوگے جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے، ایک کتاب اللہ ہے اور دوسری اس کے رسول ؐ کی سنت۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی امام یا عالم یا بزرگ کی بات کو ماننا سیدھے راستہ سے گمراہ ہونا ہے اور یہ فتویٰ ہے پیغمبر ؐ کا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ رَوَاهُ مُحْيِ السُّنَّةِ وَالنَّوَوِيُّ فِىْ اَرْبَعِيْنِهٖ (مشکوٰۃ جلد اول باب مذکور ص۳۰)

تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ اس کی خواہش ان باتوں کے تابع نہ ہو جائے، جن کو میں لایا ہوں۔

٭

اس فرمان میں حضور ؐ نے یہ بتایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہش کو میری باتوں کے تابع نہ بنا دے تو کیا اپنی خواہش

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں تم ہر گز نہ گمراہ ہو گے جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ایک کتاب اللہ ہے اور دوسری اس کے رسول کی سنت۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی امام یا عالم یا بزرگ کی بات کو ماننا سیدھے راستہ سے گمراہ ہونا ہے اور یہ فتویٰ ہے پیغمبرؐ کا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((لَا یُؤْمِنُ احدُکُم حتی یَکُوْنُ ھَوَاہُ تَبعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ رَوَاہُ مُحیِ السُّنَةِ والنَوَوِیْ فِیْ اَرْبعِیْنِهِ)) (مشکوٰۃ جلد اول باب مذکورہ ص ۳۰)

"تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہو سکتا' یہاں تک کہ اس کی خواہش ان باتوں کے تابع نہ ہو جائے' جن کو میں لایا ہوں۔"

اس فرمان میں حضورؐ نے یہ بتایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہش کو میری باتوں کے تابع نہ بنادے تو کیا اپنی خواہش کو کسی غیر معصوم انسان کے تابع کر کے کوئی شخص اپنے ایمان دار ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے ہرگز نہیں' لہٰذا اہل حدیث کی دعوت یہی ہے کہ اپنی سب خواہشات کو پیغمبرؐ کے فرمانوں کے تابع بنادو' کیونکہ یہ فرمان پیغمبرؐ کے اپنے نہیں ہیں' بلکہ خدا کے فرمان ہیں' اور یہی طریقہ ہے اپنے آپ کو مومن ثابت کرنے کا' ورنہ قیامت کے روز وہ لوگ جو اپنی خواہشات کو اپنا امام بنا لیتے ہیں اور پھر کسی معصوم انسانوں کی تقلید اور تابعداری شروع کر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اپنے ایماندار ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں تو ایسے لوگ اسوقت پچھتائیں گے مگر انکا پچھتانا کوئی فائدہ نہ دے سکے گا' اس لیے سب مسلمانوں سے گذارش ہے کہ وہ مذکورہ بالا خدائی فرمانوں اور پیغمبرؐ کی حدیثوں پر بار بار غور کریں اور اپنے ایمان کو بچائیں اندھے تعصب میں آکر اپنا ایمان ضائع نہ کریں۔

نجات صرف اس جماعت کی ہوگی جو سنت پر چل رہی ہے

ارشاد خداوندی * پیغمبر کی راہ کے خلاف چلنے والے جہنمی ہیں۔

*وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ٥

(النساء : ۱۱۵)

"یعنی جو شخص پیغمبرؐ کے خلاف دوسرے راستے پر چلے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی ہے اور مومنوں کی راہ کے سوا کسی دوسری راہ پر چلنا شروع کر دے تو ہم بھی اس کو اسی گمراہی سے ملا دیں گے جس سے وہ مل رہا ہے' اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور یہ برا ٹھکانا ہے۔"

اس فرمان میں دو لفظوں کا سمجھنا ضروری ہے اول یُشاقق جس کا مادہ شقؔ ہے اور اس کا معنی ایک چیز کو درمیان سے چیر کر دو حصے بنانا ہے جیسے قلم کا شق تو یشاقق کا مطلب یہ ہوا کہ رسولؐ والے راستے کو چھوڑ کر اس کے بالمقابل دوسرے راستے پر چلے جیسے قلم کے شق کے دو حصے ہوتے ہیں' اس طرح یہ دو راستے ہوں گے ایک پیغمبرؐ کا اور دوسرا گمراہ شخص کا اور دوسرا لفظ ہے غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ تو اس میں مومنوں کی راہ سے مراد پیغمبرؐ کی راہ ہے اور اس کا غیر گمراہی کی راہ ہے اب ساری آیت کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہؐ کے راستہ کو چھوڑ کر جس پر مومن چل رہے ہیں کسی دوسری راہ پر جو شخص چلے گا یا جو جماعت چلے گی وہ جہنمی ہے۔

ناجی فرقہ صرف جماعت اہلحدیث ہے

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ

مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً فَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ))

(رواہ الترمذی واحمد و ابو داؤد' و مشکوۃ باب مذکورہ ص ۳۰)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر ایسا حال ضرور آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آچکا ہے یہ ایسے ہو گا جیسے ایک چپل دوسری چپل سے برابر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی ایسا شخص گزرا ہو گا جس نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی ایسا شخص پیدا ہو جائے گا جو یہ کام کرے گا اور بیشک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ چکے تھے تو میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی' اور یہ سب جہنم میں جائیں گے مگر صرف ایک جماعت بہشتی ہو گی صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ بہشتی جماعت والے کون ہوں گے اے اللہ کے پیغمبرؐ تو حضور اکرم نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہوں گے جو اس طریقہ پر چلیں گے جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔"

اس ارشاد میں بہتر یا تہتر کا ذکر کثرت کے لیے ہے یعنی میری امت میں بنی اسرائیل سے بھی زیادہ فرقے ہوں گے اور یہ سب جہنمی ہوں گے صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا اور وہ فرقہ وہ ہو گا جو اس طریق پر چل رہا ہو گا جس پر میں اور میرے صحابہؓ چل رہے ہیں آپ پیغمبرؐ کے اس فتویٰ پر غور فرمائیں کہ پیغمبرؐ نے امت کے سب فرقوں کو جہنمی قرار دیا ہے اور صرف اس فرقہ کو بہشتی قرار دیا ہے جو پیغمبرؐ کی اس سنت پر چل رہا ہے جس پر صحابہؓ چل رہے تھے تو یہی مسلک ہے اہلحدیث کا' اس پر حنفی بھائی غور کریں۔

سنت کا تارک اسلام کا دشمن ہے

جو شخص رسول اکرم ﷺ کی کسی سنت کو خواہ قول ہو یا فعل جو قطعی الثبوت ہو ترک کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ سنتوں کی حیثیت اسلام کے ثابت اور متحقق

سنّت کا تارک اسلام کا دشمن ہے

جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کو خواہ قول ہو یا فعل ۔ جو قطعی الثبوت ہو، ترک کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ سنتوں کی حیثیت اسلام کے ثابت اور متحقق ہونے کے لئے اصول ثانی کی نہیں اور اس کو ترک کرنا جائز تصور کرتا ہے تو ایسا شخص بالاجماع دین اسلام سے خارج ہے اور اللہ کا نافرمان ہے ۔ کیونکہ جہاں اس نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو بھی لازم ٹھہرایا ہے ۔

دین اسلام امت محمدیہ کیلئے انفرادی اور اجتماعی طور پر حق ، ہدایت ، علم ، نور فضیلت اور کمالات لے کر آیا اور اللہ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام دے کر تمام روئے زمین کے لوگوں کے لئے جو قیامت تک آنے والے ہیں مبعوث فرمایا ۔ ایسے نبی کے احکام اور اوامر و نواہی کی تعلیم میں حیلہ سازی کرنا واضح گمراہی اور صریح کفر ہے ۔ اس لئے ان دونوں اصولوں کی ترغیب دلانا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو ان کا علم ہو جائے اور اسلام میں ان کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ دونوں (قرآن و سنت) اسلام کے بنیادی اصول ہیں اور ان میں کوتاہی برتنے والے کو ہر ممکن طریقہ سے انتباہ کیا جائے تاکہ حق اور دین اسلام کا قیام ہو اور کفر، گمراہی اور فساد کی جڑ کاٹی جائے ۔ اللہ ہی ان امور کی توفیق دینے والا ہے اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے ۔ اس عقیدہ کی نشر و اشاعت تمام اسلامی ممالک میں ضروری ہے ، رہا ہدایت کا معاملہ تو وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے :

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ (اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف چلاتا ہے)

سنّت رسولؐ کا دشمن گمراہ ہے

لَوْ تَرَکْتُمْ سُنَّةَ نَبِیِّکُمْ — اگر تم نے اپنے پیغمبرؐ کی سنت کو چھوڑ دیا
لَضَلَلْتُمْ اَوْ کَفَرْتُمْ (مسلم) — تو گمراہ بلکہ کافر ہو جاؤ گے۔

ے یہی فیصلہ ہے کتاب ہدیٰ کا ÷ کہ دشمن نبیؐ کا ہے دشمن خدا کا

سنت رسول اللہ کا نافرمان امت سے خارج ہے

سید الکونین نے فرمایا میری سنت سے منہ پھیرنے والا اور اسلام میں نئی راہ نکالنے والا میری امت سے خارج ہے۔

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ — جو شخص میری سنت سے روگردانی کرتا ہے، وہ میری امت سے خارج ہے،

(بخاری و مسلم شریف)

معصوم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہی اصل صراط مستقیم ہے

اور

یہی مسلک اہلحدیث ہے!

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جاں مسلم داشتن

خدا اور رسول کی آواز کو سب آوازوں پر اہم اور مقدم سمجھو، ان کی پکار کو ہر دوسری پکار پر مقدم رکھو، ان کے ہر ارشاد کو بے چون وچرا واجب التعمیل سمجھو، صحابہ کرامؓ نے ایسی آیات پر عمل کیا نتیجہ کیا نکلا سب کے سامنے ہے۔ آخرت میں جو مقام ان کو ملے گا وہ بھی رب العلمین نے قرآن میں درج کر دیا ہے، اس مادی دنیا میں دین پر عمل کرتے پر انہیں کیا کچھ نہیں ملا، حکومتیں ملیں، سلطنتیں ملیں، فتحمندیاں حاصل ہوئیں، شہرت ملی، اعزاز و اجلال سے بہرہ ور ہوتے غرض دین کے علاوہ دنیا بھی مل گئی اور اس طرح ملی جیسے بڑے سے بڑے طالب دنیا کو مل سکتی ہے۔

ان کے پاس کون سے کیمیا گری کا نسخہ، اکسیر تھا۔ وہ تھا تو صرف ایک ہی تھا کہ انہوں نے قولاً و فعلاً و عملاً اپنے آپ کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور اسی پر عمل کرنے سے گئے گذرے دور میں ہم بھی ثریٰ سے ثریا تک پہونچ سکتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ یعنی اس (دین) کی تابعداری کرو جو

رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِيَآءَ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ (الاعراف ۳)

تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اور اس کے سوا اولیار کی تابعداری نہ کرو، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو،

اس آیت کریمہ میں اللہ نے سب مسلمانوں کو مخاطب کرکے صاف حکم دیا ہے کہ جو دین خدا کی طرف سے پیغمبر اسلام پر نازل کیا گیا ہے اُسی کی تابعداری کرو کیونکہ پیغمبر ص معصوم ہے اس کا طریقہ خدا کا بتایا ہوا طریقہ ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ پیغمبر اعظم کے راستے کو چھوڑ کر دیگر راستوں کی اتباع نہ کرنا کیونکہ اولیاء غیر معصوم انسان ہیں۔ ان کے طریقے خدا کے پسندیدہ طریقے نہیں ہو سکتے، لہٰذا نتیجہ نکلا کہ خاتم الانبیاء کا اسوۂ حسنہ ہی اصل صراط مستقیم ہے ،

اور دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے جس میں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ لوگوں میں یہ عام اعلان فرما دیں ،

فرقوں سے بچنے کا واحد ذریعہ اتباع سرور عالم ہے

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (الانعام ۱۵۳)

یعنی بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے - لہٰذا تم اس کی تابعداری کرو اور تم دوسرے غلط راستوں کی پیروی نہ کرو ، جو تمہیں اس سیدھے راستے سے الگ کر دیں گے، یہ ایسی بات ہے جس کی وصیت اللہ تم کو کرتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ،

اس آیت کریمہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ صرف سرورِ کائنات پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور اس کے علاوہ جس قدر راستے ہیں وہ سب گمراہی کے راستے ہیں اور ان راستوں پر نہ چلنا، ورنہ تم پیغمبر کے راستہ سے ہٹ جاؤ گے اور اس بات کی اللہ تم کو اس لئے وصیت کرتا ہے تاکہ تم متقی انسان بن جاؤ،

عذاب شدید سے بچاؤ کا واحد ذریعہ اتباع رسول ﷺ ہے

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا عام قانون اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ دین کے بارے میں جو احکام دیں، وہ بخوشی قبول کریں اور جن سے منع کر دیں، فوراً رک جائیں۔ اور یہی صحیح امتی کی علامت ہے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر۔ ۷)

تم کو رسول ﷺ جو دیں اس کو لے لو اور جس سے رسول ﷺ تم کو روک دیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی یہی فرمایا کہ جو کچھ پیغمبر اعظم ﷺ دیں اُس کو قبول کر لو اور جس بات سے پیغمبر خدا ﷺ روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اُس کا عذاب بہت سخت ہے،

تو اِن سب آیات طیبات میں رب قدوس نے یہی فرمایا ہے کہ ہدایت صرف پیغمبر ﷺ کے طریقہ میں بند ہے، باقی سب طریقے گمراہی ہیں اور گمراہ کا اصل ٹھکانہ جہنم ہے۔

اتباع رسولؐ کے فضائل و دلائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

(آل عمران - ۳۱، ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ہمارے نبی آپ سب لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم کو چاہے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا، وہ بخشنے والا مہربان ہے، لوگوں سے کہدیجئے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو، اگران کی فرمانبرداری سے پھر جاؤگے (تو کافر ہوجاؤگے) اور کافروں کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری تمام لوگوں پر فرض ہے اور آپ کی فرمانبرداری اللہ کی فرمانبرداری ہے، آپ کی پیروی کرنے والے پر خدا بہت خوش ہوتا ہے، اور اپنا پیارا محبوب بنالیتا ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے معلوم ہوا، کہ تم اگر خدا کو محبوب بنانا چاہتے ہو، تو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنالے گا۔ اور اگر آپ کی اطاعت سے روگردانی کروگے، تو اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو دوست نہیں بناتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔

ہماری نجات کس میں ہے؟

قرآن مجید میں ہے :۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر ۷)

اور ہمارے رسول جو حکم تمہیں دیں، اس کو مان لو اور جس سے منع کریں، اس سے باز رہو۔

وہ لوگ یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ رہبر کائنات کی ذات مبارک ہی پیغام الٰہی کی زندہ تفسیر ہے اور آپ کا ہر عمل تمام مخلوق کے لئے روشنی کا مینار ہے اور یہی مسلک اہلحدیث ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ (النساء ۱۵۰، ۱۵۱)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے حکموں کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہیں مانیں گے، اور وہ ان دونوں کے بیچ کا راستہ چاہتے ہیں، یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا :۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ

جو لوگ اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت

أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ — کرتے ہیں، ان کو ڈرنا چاہئے کہ کوئی دردناک مصیبت یا عذاب ان کو نہ پہونچ جائے۔

(النور ۶۳)

اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی کہتے اور کرتے تھے، جو خدا کا حکم ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم ۳،۴) — وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے مگر ان کا ارشاد صرف وحی ہے جو ان پر اُترتی ہے۔

آیت کریمہ میں سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری و پیروی ہم سب مسلمانوں پر فرض ہے، بغیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری و پیروی کے نجات نہیں ہے، حدیثوں میں بھی اتباع سنت کی بڑی اہمیت ہے۔

اسلام کس میں ہے؟

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (رواه فی شرح السنة) — کہ تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔

یعنی ہر کام میں سنت کی پیروی ضروری ہے اور اسی میں ہم سب مسلمانوں کا امتحان بھی ہے جو لوگ اس میں پورے اتریں گے، وہی پورے مسلمان ہیں اور جو لوگ اتباع سنت میں کچے ہوں گے، وہ کامل مسلمان نہیں ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ، وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (البقرة ۱۴۳)

جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے، اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں پر پھر جاتا ہے گویہ کام مشکل ہے مگر جنھیں خدا نے ھدایت دی ہے۔ (ان پر کوئی مشکل نہیں) اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے،

یعنی تحویل قبلہ مسلمانوں کے امتحان کے لئے ہے، یعنی پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنا پھر بیت اللہ کی طرف متوجہ کرنا اسی لئے ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری نہیں کی اور نہ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی، وہ سچے مسلمان نہیں ہیں، سیدالعالمین سرور دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بڑی سخت مصیبت آتی ہے۔ جیسا کہ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے شکست ہوگئ اور بہت سے لوگ شہید ہو گئے،

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهٖ حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا کہ تم اس کے حکم سے انھیں اپنے ہاتھوں سے کاٹنے لگے، یہاں تک کہ تم بزدل

فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْأٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى أَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(آل عمران ۱۵۲، ۱۵۳)

ہو گئے اور کام میں جھگڑنے لگے، اور نافرمانی کرنے لگے اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھا دی تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا، پھر تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے، اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرمایا؛ ایمان والوں پر اللہ بڑے فضل والا ہے، جب کہ تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف توجہ تک نہ کرتے تھے اور اللہ کے رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے آوازیں دے رہے تھے چنانچہ تمہیں غم پر غم پہونچا، تاکہ تم نہ فوت شدہ چیز پر غمگین ہو اور نہ ملی ہوئی چیز پر اداس ہو، اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

ف

اس آیت کریمہ میں جنگ احد کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کامیابی کا وعدہ کیا تھا جو پورا کر کے دکھایا، لیکن بعض لوگوں نے رسول کی نافرمانی کی کہ آپؐ نے مورچہ والوں سے کہا تھا کہ تم لوگ یہیں پر جمے رہنا، خواہ ہماری فتح ہو یا نہ ہو، لیکن فتح ہونے کے بعد مورچہ والوں نے مورچہ چھوڑ دیا، اور مال غنیمت کے لینے میں مشغول ہو گئے، مخالفین نے دوبارہ حملہ کیا، جس سے مسلمانوں کی فتحمندی کے بعد شکست ہو گئی، یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے ہوا۔

اسلام میں حدیث مصطفیٰ کی شان اور مقام کیا ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ
وَسَاءَتْ مَصِيرًا
(النساء ۱۱۵)

جو شخص راہ ہدایت کی وضاحت ہو جانے کے
باوجود بھی رسول کی خلاف ورزی کرے
اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر
ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا ہے اور
اسے دوزخ میں ڈال دیں گے وہ بہت ہی
برا ٹھکانہ ہے۔

مقام غور ہے کہ جو غیر شرعی طریق پر چلے، شرع ایک طرف ہو اور اس کی راہ ایک طرف ہو، فرمان رسول کچھ ہو، اور اس کا منتہائے نظر کچھ اور ہو، حالانکہ حق ظاہر ہو چکا ہو تو پھر بھی جو شخص رسول کی مخالفت کر کے مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جائے، تو ہم بھی اسی ٹیڑھی اور بری راہ پر اُسے چلا دیتے ہیں اور پھر وہی بری راہ اُسے اچھی معلوم ہونے لگتی ہے، یہاں تک کہ جہنم میں جا پہونچتا ہے، ایسے لوگ قیامت کے دن بہت پچھتائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى
يَدَيْهِ يَقُولُ يٰلَيْتَنِي
اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا،
يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ
فُلَانًا خَلِيلًا، لَقَدْ اَضَلَّنِي

اس دن ظالم لوگ اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر
کہیں گے، کہ کاش میں رسول کے ساتھ (دین کی)
راہ پر لگ گیا ہوتا، ہائے میری شامت کیا اچھا
ہوتا کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا،
اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے

عَنِ الذِّكۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِيۡ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا (الفرقان ۲۷، ۲۹) پاس آپہونچی تھی، شیطان تو انسان کو وقت پر دھوکہ دینے والا ہے۔

یعنی قیامت کے روز رسول کا نافرمان افسوس سے کہے گا کہ کاش میں رسول اللہ کے راستے پر چلتا، اور فلاں فلاں کو دوست نہ بناتا، مجھے گمراہ کردیا، لیکن اس وقت کے افسوس کرنے سے کچھ نتیجہ نہیں نکلے گا، جہنمی جہنم میں چلے جانے کے بعد بھی یہی آرزو کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِي النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِيۡرًا (الاحزاب ۶۶، ۶۸)

اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے، حسرت اور افسوس سے کہیں گے کہ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے، اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی بات مانی، جنھوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار تو انھیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔

اس قسم کی اور بہت سی آیتیں ہیں، جن میں رسول اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے سخت سزا کی دھمکی دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سیدالکونین سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کا خاتمہ آنحضرتؐ کے طریقے پر ہو، مولا کریم ہمیں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین ثم آمین۔

اتباعِ نبیؐ کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ، وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا. كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

(آل عمران ۱۰۲، ۱۰۳)

اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ہی ڈرو، جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا، اور اللہ کی رسی کو سب مل کر تھام لو، اور پھوٹ نہ ڈالو اور خدا کی اس وقت کی نعمت کو یاد رکھو، جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال کر اپنی مہربانی سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہونچ چکے تھے اس نے تمہیں بچا لیا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم سیدھے راستہ پر چلو۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:-

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ وعظ فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، تو ایسا فصیح وبلیغ وعظ فرمایا کہ جس سے لوگوں کے دل لرز گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے

مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَظْتَ مَوْعِظَةَ مُوَدِّعٍ فَاعْهَدْ اِلَيْنَا بِعَهْدٍ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِيْ اخْتِلَافًا شَدِيْدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَالْاُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

(ابن ماجہ)

آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ نصیحت کرنے والے کی سی نصیحت ہے کہ کوئی بات نہیں چھوڑتا، مگر سب بیان کر دیتا ہے اسی طرح آپؐ نے بھی ساری باتیں نصیحت کی فرما دی ہیں، تو آپ ہم کو کوئی نصیحت فرمائیے جو امانت رکھنے کے قابل ہو اور اس پر نہایت احتیاط سے عمل کیا جائے آپؐ نے فرمایا، ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہو، اور اپنے امیر وخلیفہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہنا اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور عنقریب میرے بعد بہت اختلاف دیکھو گے (اس اختلاف سے بچنے کے لئے) میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑے رہنا اور اس کو دانت سے مضبوط تھامے رہنا، اور نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، کیونکہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ .. .. ..

(النساء ۵۹)

اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ یعنی (اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ لوٹاؤ)

یہ حکم صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو ہے، صحابہ کرام اختلاف کے وقت کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے،

اطاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن و حدیث کی روشنی میں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا	اے ایمان والو اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور تم میں سے اختیار والوں کی (فرمانبرداری کرو) پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تمہیں خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت اچھا ہے۔

(النساء ۵۹)

آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اطاعت کے معنی فرمانبرداری اور حکم بجا آوری کے ہیں یعنی ہر کام میں اور ہر معاملہ میں خدا اور اس کے رسول کے ارشاد کے مطابق عمل کرنا چاہیئے ۔ خواہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا معاملہ ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری پر قرآن مجید میں بہت زور دیا گیا ہے اور جگہ جگہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول تاکیدی حکم آیا ہے، چند آیتوں کو پڑھئے ، سنئے اور سمجھئے تاکہ اطاعت کا مفہوم کماحقہ سمجھ میں آجائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

۱ - وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ	اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران ۱۳۲) پر رحم کیا جائے ۔

۲۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ (النساء ۶۹)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ۔

۳۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ ۔ (نساء ۸۰)

جو شخص اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے ۔

۴۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور ۵۲)

اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے ، تو یہی لوگ بامراد ہیں ۔

۵۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور ۵۶)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے

⁂

۶۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب ۳۶)

اور نہ یہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مؤمنہ عورت کو شایانِ شان ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں ، تو وہ اس معاملہ میں اپنا اختیار سمجھیں ، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ کھلی گمراہی میں گمراہ ہوگیا ۔

باری تعالیٰ نے ان آیتوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کی صریح طور پر تاکید فرمائی ہے اور رسول کی اطاعت اصل میں خداوند کریم ہی کی اطاعت ہے ، اور بہت

سی حدیثیں بھی اس اطاعت کی اہمیت میں آئی ہیں ، چند حدیثیں پیش کرتے ہیں :۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :۔

جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ
لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا
فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا
قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ
وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ
الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ
يَقْظَانُ فَقَالَ مَثَلُهُ كَمَثَلِ
رَجُلٍ بَنَىٰ دَارًا وَجَعَلَ
مَادُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا
فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ
دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ
الْمَادُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ
الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ
وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ
فَقَالُوا أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا
قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتوں
کی ایک جماعت حاضر ہوئی جب کہ آپ سو رہے
تھے ان فرشتوں نے آپس میں کہا کہ تمہارے ان
صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک مثال ہے
اس مثال کو بیان کرو ، ان میں سے بعض فرشتوں
نے کہا آپ سو رہے ہیں ، ان میں سے بعض فرشتوں
نے اس کا یہ جواب دیا کہ آنکھ سوتی ہے ، دل جاگتا
ہے (پھر وہ مثال بیان کرنے لگے) ان کی ایسی مثال
ہے جیسے کسی شخص نے مکان تیار کیا اور لوگوں
کو کھانا کھلانے کے لئے دسترخوان چنا اور لوگوں
کو دعوت دینے کے لئے ایک شخص کو بھیجا
تو جس نے اس بلانے والے کی دعوت منظور کرلی اور
اس کے ساتھ چلا آیا، تو اس کے ساتھ اس مکان میں
داخل ہو جائے گا اور چنے ہوئے دسترخوان سے
کھانا بھی کھائے گا اور جس نے اس دعوت دینے
والے کی بات نہ مانی اور دعوت نہ قبول کیا تو وہ نہ مکان
ہی میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ دعوت کا کھانا
ہی کھا سکتا ہے ان فرشتوں نے کہا کہ اس مثال

وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ ۔
(رواہ البخاری)

کی تشریح کردو تاکہ آپ سمجھ لیں، اس پر بعض نے کہا آپ سو رہے ہیں (کیا سمجھیں گے) دوسرے نے جواب دیا، آپ کی آنکھ سوتی ہے، مگر دل جاگتا ہے پھر وہ کہنے لگے، وہ مکان تو جنت ہے اور اس کا بلانے والا اللہ تعالیٰ ہے، اس نے لوگوں کو دعوت دینے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو جس نے آپ کی اطاعت کرلی اس نے اللہ کی اطاعت کرلی، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں فرق کرنے والے اور تمیز کرنے والے ہیں۔

یعنی کافر اور مومن میں یہی تمیز ہے کہ جو اللہ کے رسول کی تابعداری کرے گا، وہ مومن ہوگا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ کافر ہوگا، آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان جہنم میں داخل ہوگا جیساکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قِيلَ وَمَنْ أَبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ

میری امت کا ہر شخص جنت میں داخل ہوگا مگر جس نے میرا انکار کیا (وہ داخل نہیں ہوگا) آپ سے دریافت کیا گیا، وہ کون شخص ہے جس نے آپ کا انکار کیا، آپ نے فرمایا جس نے میری تابعداری کی وہ جنت میں داخل ہوگا

عَصَانِیْ فَقَدْ اَبیٰ ــ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کر دیا

(بخاری) ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کی پیروی عین فرض ہے اور نافرمانی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ جہنم میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتیٰ قَوْمًا فَقَالَ یَا قَوْمِ اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَاَطَاعَہٗ طَائِفَۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ فَاَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلیٰ مَھْلِھِمْ فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْ طَائِفَۃٌ مِّنْھُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَھُمْ فَصَبَّحَھُمُ الْجَیْشُ

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس دین کی مثال جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر دنیا میں بھیجا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم میں نے دشمن کے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے (وہ دشمن بہت جلد حملہ آور ہونے والا ہے۔) میں تم کو اس دشمن سے ہوشیار کرتا ہوں اور خیر خواہی کے لئے تمہیں ڈراتا ہوں لہٰذا اس دشمن کے آنے سے پہلے اپنی نجات کا سامان کر لو اور بچنے کی کوئی صورت نکال لو، اس کی ان باتوں کو سن کر اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس کا کہنا مان لیا اور راتوں رات آہستہ آہستہ وہاں سے چل پڑے اور دشمن سے نجات پا گئے، اور کچھ لوگوں نے اس کو نہ سمجھا اور صبح تک اپنے بستروں پر سوئے پڑے رہے کہ دشمن کا لشکر صبح ان پر ٹوٹ پڑا

فَاَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَالِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَاتَّبَعَ مَاجِئْتُ بِهٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِيْ وَكَذَّبَ مَاجِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ، (متفق علیہ)

اوران کو ہلاک و برباد کر ڈالا اور ان کی نسل کا خاتمہ کر ڈالا۔ چنانچہ بالکل ہو بہو یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے میری بات مان لی اور میری تابعداری کی اور جو احکام خدا کی طرف سے لایا ہوں، ان کی پیروی کی، اور اس شخص نے جو میری نافرمانی کی اور میری لائی ہوئی سچی بات کی تکذیب کی اور اس کو جھٹلایا،

یعنی اللہ تعالیٰ اور سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرنے والا نجات پائے گا۔ اور نافرمانی کرنے والا جہنم میں داخل ہوگا دعا ہے باری تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار بنائے اور اسلام کا سچا جذبہ عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان پر کرے آمین ثم آمین ۔

اطاعت سرور کائنات

آیات بینات کی روشنی میں

خداوند ذوالجلال نے جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو باقاعدہ طور پر اس کی سند دی، ملاحظہ فرمائیے،

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى، عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى

(النجم ۲-۵)

تمہارے صاحب نہ بدراہ ہوئے نہ گمراہ ہوئے، اور جو کچھ کہتا ہے ہوائے نفس کی بنا پر نہیں کہتا، اس کی بات کچھ نہیں مگر وحی جو اس پر نازل کی جاتی ہے اس کو تعلیم اس نے دی جو زبردست قوتوں کا مالک ہے۔

قریش مکہ حضور سرور دو عالمؐ پر متعدد الزام لگاتے تھے کچھ شاعر کہتے تھے، کچھ کاہن کہتے تھے، کچھ سوچتے نعوذ باللہ مال و دولت یا نفس کے زیر اثر یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

لفظ تمہارے صاحب کی باریک بینی پر قربان جائیے یعنی اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو اپنا دوست رفیق یا عزیز نہیں بنایا، بلکہ صاحب کا لفظ استعمال کیا اور وہ بھی تمہارا۔ اے قریش! کیونکہ وہ تم میں سے ہی تھا اور تم لوگوں نے ایک مدت اس کو اپنے درمیان رکھا اور دیکھا کہ نہ یہ شخص برا ہے۔ نہ بدخو ہے، نہ لالچی ہے نہ خیانت کرتا ہے اور نہ ہی کوئی بری صفت اس میں ہے، یہ کوئی نئی درآمدہ چیز نہیں ہے۔

حق تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اس شخص کو ہم نے تعلیم دی اور یہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا صرف اس کے منہ سے وہی نکلتا ہے جو ہماری طرف سے ہوتا ہے ۔

اگر حقیقت اور تحقیق کے متلاشی کائنات کو دیکھیں تو انھیں یہ محسوس ہوگا کہ انسان جمادات ، نباتات ، حیوانات ، آفتاب ، ماہتاب ارض و سماء ان میں ہم آہنگی اور یک جہتی ایک ایسے قانون کے تابع ہیں جن میں تغیر رونما ہونے کا امکان نہیں ہے ، ان سب کا نمود اور روش اس فضائے بسیط میں ایک وضع کردہ نظام اور آئین کے تحت ہے ، جو تمام اشیاء کو تفریق و انتشار کے دستبرد سے محفوظ رکھتی ہے ، اس نظام اور آئین کے خالق حقیقی کی عبادات و اطاعت انسان پر لازم ہے یہ ایمان ہے ۔ اس ایمان کے ارکان میں سے توحید (ایمان باللہ) اور ایمان بالرسول اصل الاصول ہیں گو قرآن حکیم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

پورا اسلام قرآن و سنت میں بند ہے

ضابطۂ حیات کی تکمیل کے لئے سنت رسولؐ بھی بہت ضروری ہے ۔

آپؐ کے تمام اقوال و افعال عالم انسانی کے لئے ایک قابل عمل نمونہ ہیں ، اور ہم انھیں سے معلوم کر سکتے ہیں کہ کیا چیز جائز ہے کیا ناجائز کون سی چیز حرام ہے اور کیا حلال ہے کون سی باتیں رب العالمین کی رضا کے مطابق ہیں اور کیا اس کے خلاف ہیں ، کن امور میں ہم کو رائے اور اجتہاد کی آزادی حاصل ہے اور کن امور میں نہیں ہے ؛ وغیرہ وغیرہ ۔ جناب یہ باتیں ہم نہیں کہہ رہے ہیں یہ مطالعۂ قرآن سے معلوم ہوتی ہیں ، جس نے سنت پر عمل پیرا ہونے کے

لئے ہم کو راہ ہدایت بخشی، آپ بھی ملاحظہ کریں ،

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ ،

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (محمد ۳۳)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو ۔

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ (محمد ۲)

اور اس چیز پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سراسر حق ہے ان کے رب کی طرف سے ہے ۔

اسلامی نظام حضورؐ کی پیروی سے مکمل ہوتا ہے

حضور پاکؐ کے معلم، مبلغ ہونے کا امر مسلمہ ہے کہ آپؐ نے اپنے قول و فعل سے قرآن سمجھایا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں چار جگہ (البقرہ ۱۲۹، ۱۵۱ آل عمران ۱۶۴، الجمعہ ۲) بالتفصیل بتادیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف کتاب اللہ کی آیات سنا دینا ہی نہ تھا ، بلکہ اس کی تعلیم بالعمل بھی تم کو سمجھانا اور دکھانا تھی محمد رسول اللہ خاتم النبیین نے صرف قرآن کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اس کے احکامات پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے :-

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ

اے نبی یہ ذکر ہم نے تم پر اس لئے

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل : ۴۴) — نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لئے اتاری گئی ہے ۔

قارئین ! اطاعتِ رسول درحقیقت کوئی بالذات اطاعت نہیں ہے بلکہ ان احکام خداوندی کی تعمیل ہے جو کہ قرآن حکیم میں منجانب اللہ اور اسلامی نظام میں کلیتہً مطاع اللہ کی واحد ذات ہے ، اسوۂ رسول احکامات اور فرائضِ خدا کا ایک قطعی مستند منبع ہے ، اسلام نے پورے مذہبی ، تمدنی ، سیاسی ، اخلاقی ، سماجی معاشرتی نظام کی بنیاد اور اسلامی دستور کا ڈھانچہ سرورِ کائنات ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر رکھا ہے ، یہ بھی ہماری رام کتھا نہیں ہے بلکہ قانون الہٰی کا قاعدہ کلیہ ہے ، بنیادی عقائد کو قبول کرنے کے بعد ایک مسلمان کے لئے صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ رسول اللہ کی پیروی کرے اور بسر و چشم کرے اور اپنے حسنِ عمل پر غرہ بھی نہ کرے ، بلکہ اطاعت بشکل ایک فرمانبردار کے کرے ،

اطاعت مصطفیٰ دراصل اطاعت خدا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء - ۶۴) — ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے ، اللہ کے اذن سے ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء - ۸۰) — جس نے اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ — (اے نبیؐ) یقیناً جو لوگ تم سے بیعت کرتے

اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (الفتح ۱۰) ہیں وہ حقیقت میں اللہ کی بیعت کرتے ہیں،

جب ہم اطاعت رسول کا ذکر کریں گے، یہ بات ذہن نشین کرنی پڑے گی، کہ اوّلاً اللہ پر ایمان ہو اور صرف اس کے وجود ہی کو نہیں بلکہ اس کی حیثیت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس سے دعاء امداد طلب کرنی اور اس کی تکمیل کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو ماننا ہے کہ وہ خدائے ذوالحکمت کا مقرر کیا ہوا ہادی اور حاکم ہے جس چیز کی اس نے تعلیم دی وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، اور ہمارے لئے واجب التسلیم ہے اور اس کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔

وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا۔ (النور ۵۴) اگر اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

مزید برآں خدائے بزرگ و برتر کو اپنے رسول کی اطاعت اس قدر پسند ہے کہ اس نے علی الاعلان اس کی وضاحت فرما دی، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تم کو پسند کرے تو رسول کی پیروی کرو۔

محب سے محبوب بننے کا خدائی نسخہ

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران ۳۱) اے محمدؐ! کہو کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت کے شروع میں قُلْ آیا ہے، یعنی رب العرش العظیم نے حکم فرمایا کہ اے نبیؐ کہدو، یہ الفاظ سنانے کا اور طرزِ گفتگو کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے، خدا

کے پیارے نبی یہ بات اپنی نسبت کسی خوش اعتقادی یا اپنے احساس بر تری کی بنا پر نہیں فرما رہے بلکہ یہ حکم باذن اللہ دے رہے ہیں اور حق تعالیٰ نے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ نہایت اعلیٰ وارفع رکھا ہے یہاں تک کہ ان کی اطاعت کرنے والے کو بھی خداوند قدوس نے پسند فرمایا ہے ۔

اس رسالت مآب کی ذات محمود ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اسوۂ سنت پر عمل پیرا ہوئے ایک نمونہ کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے ۔ ملاحظہ ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)	تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ۔

آپؐ کا اسوۂ حسنہ امت کے پاس جملہ احکامِ قرآنی بہ شکلِ عملِ پیہم موجود ہیں جس کے مطابق امت نسل در نسل عمل کرتی چلی آرہی ہے، اس عمل کا جو نمونہ ہمارے یہاں ہے اس کی روشنی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استحکام توحید کی اور بدعت و شرک سے حذر و گریز کرنے کی تعلیم دیتے تھے،

اتباع رسول پر انعام خداوندی کا اعلان

اطاعتِ رسول شرائع الٰہیہ کی روشنی میں بحیثیت حاکم یا استاد کے، مبلّغ یا بحیثیت قاضی کے اور علوم فاضلہ و نافعہ کے جن کے تحت تمام تر اسرار و غوامض عالم آتے ہیں ہر مسلمان پر بہر حال فرض ہے ۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۱۵۱)	یہ رسول تم کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور ایسا علم سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے ۔

رب السموات والارض نے حضور سرور کائنات رحمۃ للعالمینؐ کی ہمہ صفات میں جو فخر وانبساط تھا، اس کے طریقے پر عمل کرنے والے پر انعام مقرر فرما دیا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (النساء ۶۹)	جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہے۔
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران ۱۶۴)	اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور تزکیہ کرتا ہے، اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت کا نزول ۳ھ میں ہوا جبکہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی شکست کے بعد قدرتی امر تھا کہ نومولود مسلمانوں کی توقعات کو صدمہ پہونچے کہ ہم اللہ کی خاطر لڑے اور اس کا وعدہ تھا کہ سچائی کی فتح ہوگی، مگر ہم شکست کھا گئے، ان کی تالیفات قلب کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو جو رسول ہم نے تمہارے پاس بھیجا وہ تم میں سے ایک ہے اور اس کی حیثیت معلم کی سی ہے جو تم کو دانائی کی تعلیم دیتا ہے، سلسلۂ کلام اسی سورت کی آیت ۱۶۵ سے جا ملتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں فریق مخالف (کافروں پر) پڑ چکی ہے۔ اے نبی! ان سے کہدو کہ یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران - ۱۶۵)

رسول ہاشمی کی حکم عدولی سراسر گمراہی ہے

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ	ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے، اور برائی سے
وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ	ان کو روکتا ہے، اور ان کے لئے پاک
يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ	چیزوں کو حلال کرتا ہے، اور
يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ	ناپاک چیزیں ان کے لئے حرام کرتا ہے۔

(الاعراف ۱۵۷)

اس سورۃ کے پس منظر میں جو گفتگو ہو رہی ہے وہ دعوت رسالت پر منتج ہے اور اس میں خدا کے فرستادہ رسول کی اطاعت، فرمانبرداری اور حکم عدولی پر تنبیہ کا تفہیمی انداز جھلکتا ہے، جس میں بتایا گیا ہے۔ ایام جہالت میں ناخواندہ عوام نے کس طرح پاک چیزوں کو حرام کر رکھا ہے، اور ہمارے نبی سرور کائنات نے جو لائحہ عمل پیش کیا وہ انھیں حرام قرار دیتا ہے اور یہ ہدایت واضح بالتفصیل دی گئی کہ حرام و حلال میں تفریق و تفویض کے لئے رسول کی اطاعت کریں۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اکرم ؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے پاک و حلال کھایا، طریق سنت پر عمل کیا اور اس کی زیادتیوں سے لوگ امن میں رہے، وہ جنت میں داخل ہوگا (مشکوٰۃ شریف-۶۶)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم حلال پر عمل کرو اور حرام سے بچو اور محکم کی پیروی کرو (مشکوٰۃ-۱۷۰)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے میری اطاعت کی اور جو بات میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اس نے نجات پائی اور جس شخص نے

نافرمانی کی اور جو حق بات میں لے کر آیا ہوں اس کو نہ مانا وہ گمراہی میں پڑ گیا۔ (مشکوٰۃ ۱۳۰)

اس مضمون کی یہ حدیث بھی ہے :-

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ

جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی ۔

اسلامی نظام میں قرآن و حدیث ہی آخری سند ہے

یہی بات قرآن حکیم میں ان الفاظ میں درج ہے ۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ

(النساء - ۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو ، اور رسول کی اطاعت کرو ، اور ان اولی الامر کی (اطاعت کرو) جو تم میں سے ہوں ، پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو ۔

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں اختلاف رائے کے بارے میں بتا دیا گیا ہے کہ قرآن کے بعد رسولؐ کا طریقہ تمہارے لئے مرجع ہے یعنی اسلامی نظام میں خدا کا حکم اور رسولؐ کا طریقہ سنت (اسوۂ حسنہ) ہی بنیادی قانون اور آخری سند ہے ، مسلمانوں کے درمیان یا حکومت اور رعایا کے درمیان جس مسئلہ پر بھی نزاع ہو جائے اس کا فیصلہ قرآن اور سنت پر کیا جائے اور جو فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق ہو گا وہ نافذ العمل ہو گا ، اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس سے پیشتر بھی نبی آئے ، ان قوموں نے جن کے پاس نبی آئے گو ان کو انھوں نے بھی

تسلیم کرلیا تاہم انھوں نے ان کی اتباع نہ کی اور نکبت وادبار کی نذر ہو گئیں، ان سے آپ عبرت حاصل کریں اور ایمان لائیں، خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متغیر اور مختلف النوع حالات، پیش آمدہ جزئیات اور مسائل کے لئے تفصیلی قوانین اور احکام نہیں بیان فرمائے بلکہ اس کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون[1] سازی تفویض کر دی گئی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	اور کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق
إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا	نہیں ہے کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ اللہ
أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ	اور اس کا رسول کر دے تو پھر ان کے لئے
أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَ	اس معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار
رَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا	باقی رہ جائے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول
مُّبِينًا (الاحزاب ۳۶)	کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

مندرجہ ذیل آیت کریمہ اس کا مدلل ثبوت ہے کہ مسلمان فرمانِ رسول کی پیروی میں تعرض نہ کریں۔

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ أَنْزَلَ	اور ان سے کہہ دو کہ اللہ نے جو کتاب
اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَّأُمِرْتُ	نازل کی اس پر میں ایمان لایا اور مجھے

---

[1] پیغمبر قانون ساز نہیں ہوتے، کیونکہ تشریع خدا کا کام ہے، نبی کے ذمہ اس کی تشریح تبیین، تنفیذ، اور تبلیغ ہوتی ہے۔ غیر منصوص احکام میں پیغمبر خدا "ملکۂ نبوت" سے کام لیتے ہیں، جس کو ہم وحی خفی، الہام، القاء اور اجتہاد سے تعبیر کرتے ہیں۔

لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشورىٰ-۱۵)
حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کر سکوں ۔

مومن اور غیر مومن کا واضح فرق

جب آپ کے پاس کوئی فیصلہ کے لئے آتا تو فیصلہ کی تفتیش چپکے چپکے کرتے کہ فیصلہ درست ہوا یا نہیں، اس حقیقت کو صاف صاف قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے:۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا (الحجرات-۱۰)
مومن تو حقیقت میں وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر شک و شبہ میں نہ پڑے ۔

حضور محمد رسول اللہ کے فیصلے وقتی نہیں ہوتے تھے، آپؐ رحمۃ للعالمین تھے آپؐ کے فیصلے بامراللہ ہوتے تھے جو کہ مومنوں کے لئے تا قیامت مشعل راہ بنے رہیں گے جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوا اور ان ہی طریقوں پر آپؐ نے ہدایت اور رہنمائی فرمائی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانان عالم کے لئے فیصلہ کن سند ہیں۔ ان اسناد کو ماننے یا نہ ماننے پر ہی آدمی کے مومن ہونے یا نہ ہونے کا انحصار ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے ۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (مشکوٰۃ)
تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقہ کے تابع نہ ہو جسے میں لے کر آیا ہوں ۔

ہماری دینوی تعلیم کا منبع اوّل قرآن ہے وہ ہی واضح طور پر صراحت کرتا

ہے کہ اطاعت رسول اس حد تک ہونی چاہیئے کہ اپنی رائے اپنے فیصلے اپنے خیالات کو ہرگز ہرگز اللہ اور رسولؐ کے فیصلوں پر سبقت نہ دو ، ملاحظہ کریں ۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات - ۱)	اللہ اور اس کے رسول کے پیش قدمی نہ کرو ۔

اس سے معاملہ بالکل صاف ہوگیا ہے کہ اے ایمان والو ، اللہ اور رسول کے فیصلوں کے آگے تمہارے دائرۂ اختیار میں کچھ نہیں ہے اگر غور وخوض سے کام لیا جائے تو یہ فیصلہ انفرادی نقطۂ نگاہ تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ اجتماعی طور پر بھی برابر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ ملکی معاملات میں آئین سازی، تکمیل دستور میں بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اطاعت لازمی ہے ۔

پرچم رسالت کے سامنے ہر پرچم اٹھانا حرام ہے

یہی نہیں بلکہ قرآن حکیم اس اطاعت کو اس حد تک بتاتا ہے کہ نبیؐ کے آگے آواز بلند کرنی ، اونچی آواز میں بات کرنا ممنوع ہے ۔

لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ ۔ (الحجرات - ۲)	اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو ، اور نبی کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو ۔

❖

سراجاً منیراً کی روشنی تاقیامت جگمگاتی رہیگی

اس کے آگے ہی ہم کو متنبہ کر دیا گیا ہے ۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات - ۲)

کہیں ایسا کرنے سے تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تم کو خبر تک نہ ہو ۔

حضور اکرم جہانوں کیلئے رحمت ہیں

سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ (الانبیاء - ۱۰۷)

ہم نے آپ کو اور کسی غرض سے نہیں بھیجا مگر اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ آپ سب جہانوں کے لئے رحمت ہیں ۔

تو گویہ رحمت کرنے والا تو خدا ہے مگر یہ رحمت سیدُ المرسلینؐ کے ذریعہ نہ صرف انسانوں کے لئے ہے بلکہ سب جہانوں کے لئے ہے ، جس طرح خدا رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے یعنی سب جہانوں کا پروردگار اور قرآن ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ ہے یعنی سب جہانوں کے لئے یاد دہانی کرنے والی کتاب جو خدا کی یاد دہانی کراتی ہے ایسے ہی خدا کے محبوب رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ ہیں تو ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے اور اہل حدیث کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور اکرمؐ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ ہیں اور اسی رحمت کی امید پر اہلحدیث بھی آپؐ کی شفاعت کے امیدوار ہیں ، تو ایسی شان کا کون بدبخت مُنکر ہو سکتا ہے جو خدا نے بیان کی ہے ۔

سیدالکونین کے فرمان سے آگے بڑھنا گستاخی ہے

ارشاد خداوندی ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا	یعنی اے مومنو! تم اللہ اور رسول کے
بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	سامنے باتوں میں سبقت نہ کرو، اور
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ	اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت
عَلِیْمٌ (الحجرات-۱)	سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس فرمان میں اللہ کا نام اس لئے لیا گیا ہے کہ پیغمبرؐ جو بات کرتا ہے وہ اللہ کی بات ہوتی ہے لہٰذا مقصد صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ جو بات کر رہا ہو تو کوئی اس سے پہل نہ کرے ورنہ اللہ تو نظر نہیں آتا تاکہ اس کے سامنے باتوں میں پہل کرنے سے روکا جائے تو پہل کرنے سے مراد یہاں یہ ہے کہ زندگی کے ہر مسئلہ میں پہلے پیغمبرؐ کے فرمان کو دیکھنا فرض ہے، اس لئے کہ حضورؐ آج تو دنیا میں موجود نہیں مگر ان کی باتیں موجود ہیں تو ان سے سبقت کرنا گناہ ہے، اس فرمان سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو قرآن اور حدیث کو پس پشت ڈال کر اپنی باتوں کو پہلا درجہ دیتے ہیں۔ یہی ہے پیغمبرؐ کی باتوں سے سبقت جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے تو اس سے بڑھ کر پیغمبرؐ کی شان اور کیا ہوگی کہ اس کی باتوں سے کسی کی بات کو پہلا درجہ دینا گناہ ہے یہی ہے سب سے بڑی شان جو خدا نے بیان فرمائی ہے۔

حدیث پیغمبر کی مخالفت سے اعمال ضائع ہوتے ہیں

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوْالَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ (حجرات ۲)

اے مومنو! اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ تم اس پیغمبر کو بلند آواز سے پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارتے ہو اس لئے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔

اس سارے فرمان میں پوری امت کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنی آواز کو پیغمبرؐ کی آواز سے بلند نہ کیا جائے اس لئے آج پیغمبرؐ کا کلام ہمارے سامنے موجود ہے تو اُس کلام کی تشہیر ہی اس کی آواز کو بلند کرنا ہے کیونکہ کلام پیغمبرؐ کی آواز کو بلند کرنا پیغمبرؐ کی آواز کو بلند کرنا ہے اور اس کے مقابلہ میں کسی انسان کے کلام کو شہرت دینا اور پیغمبر کے کلام کو پس پشت ڈال دینا یہ پیغمبر کی بے ادبی ہے اور دوسرا اس ارشاد میں یہ بھی فرمایا کہ بلند آواز سے پیغمبر کو نہ بلاؤ اس میں امت کو یہ حکم دیا ہے کہ یا رسول اللہ کے نعرے لگانا پیغمبرؐ کی بے ادبی ہے، اور ان دونوں بے ادبیوں کا انجام یہ بتایا کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ نہ چلے گا تو اعمال اس وقت ضائع ہوتے ہیں جب ایمان نہ رہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ ان دونوں بے ادبیوں کے بعد ایمان باقی نہیں رہتا اور انسان بے ایمان ہو جاتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام کی بے ادبی حرام ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (الحجرات ۴)	بیشک وہ لوگ جو آپ کے حجروں سے دور آپ کو بلند آواز سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ۔

یہ وہی مضمون ہے جو پچھلے فرمان کے آخر میں آیا تھا کہ پیغمبرؐ کو بلند آواز میں پکارنے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے، اس ارشاد میں پیغمبرؐ کے حجروں سے ماوراء کسی بھی جگہ سے پیغمبرؐ کو بلند آواز میں پکارنا اور نعرے لگانا خواہ آپؐ کی زندگی میں ہو یا آپؐ کے بعد یہ سب صورتوں میں بے ادبی ہے اور بے ادبی سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے، اس لئے اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں، کیونکہ قرآن قیامت تک مسلمانوں کے لئے ہدایت ہے تو آج کے مسلمانوں کو بھی یہی حکم ہے کہ پیغمبرؐ کے پکارنے میں آواز بلند نہ کریں ۔ اور نعرے نہ لگائیں، ان ارشادات پر وہ لوگ ذرا غور کریں جو شور و غل سے یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہیں خدا کا ارشاد تو یہ ہے کہ ایسے نعروں سے انسان کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے، اس لئے ان لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے ایمان کو بچائیں ۔

☆ ☆ ☆

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکارنے کی ممانعت

امم سابقہ اپنے انبیاء کو نام لے کر پکارا کرتیں!

چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ (۱) اسباط نے کہا،

یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ (البقرۃ ۶۱)	یعنی اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر نہ رہیں گے۔

۲۔ حواریوں نے کہا:

یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (المائدہ - ۱۱۳)	یعنی اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تمہارے پروردگار سے ہوسکے گا کہ ہم پر آسمان سے بھرا خوان اتار دے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کی تعظیم و توقیر کے لئے امت محمدیہ کو آپ کا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا، چنانچہ سورۂ نور آیت ۶۳ میں ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور - ۶۳)	اے مسلمانو! رسول اللہ کے بلانے کا وہ طریقہ اختیار نہ کرو، جیسے آپس میں تم ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو۔

تفسیر درمنثور میں مرقوم ہے کہ ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں کہ پہلے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد یا ابا القاسم (یعنی بجسب عرف صرف نام و کنیت کے ساتھ) کہہ کر بلاتے تھے،

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کی خاطر نام سے پکارنے کو منع فرمایا، تب سے صحابۂ کرام نے یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہنا شروع کیا، مقصود یہ کہ عجز و نیاز کے ساتھ پکارا کریں، جس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ظاہر ہو۔
دیکھئے! اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر پکارنا بھی سخت ناگوار گذرا اور کہا کہ میرے محبوب کا نام لینا بھی بے ادبی اور توہین میں داخل ہے،
علمائے کرام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارے تو غلام کی کیا مجال ہے کہ آقا کا نام لے کر پکارے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نام لے کر پکارا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی نام کے ساتھ کہیں بھی مخاطب نہیں کیا، بلکہ جب کہیں خطاب کیا تو صفات کمالیہ ہی سے یاد کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال درجہ کی عظمت و بزرگی معلوم کرانا منظور ہے۔ ورنہ حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر اولوالعزم انبیاء کو باوجود ان کی جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ برابر خطاب کیا گیا، چنانچہ آدم علیہ السلام کو یوں پکارا۔

۱۔ یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ (الاعراف-۳۵) — اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

۲۔ نوح علیہ السلام کو اس طرح پکارا
یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (هود ۴۸) — اے نوح ؑ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوں خطاب ہوا۔

۳۔ يَآ إِبْرَاهِيمُ . قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا (الصّٰفّٰت ۱۰۴، ۱۰۵) — اے ابراہیمؑ! بیشک تونے خواب کو سچ کر دکھلایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح بلایا۔

۴۔ يٰمُوسٰى . إِنِّيٓ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (طٰہٰ – ۱۱، ۱۲) — اے موسیٰ میں تیرا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار ڈال۔

☆

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یوں پکارا۔

۵۔ يٰعِيسٰىٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ (آل عمران – ۵۵) — اے عیسٰی! میں دنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کروں گا، اور تجھ کو اپنی جانب اٹھالوں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اس طرح پکارا۔

۶۔ يٰدَاوٗدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ (صٓ ۲۶) — اے داؤدؑ! ہم نے تجھ کو ملک میں نائب بنایا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو یوں پکارا

۷۔ يٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ اسْمُهُ يَحْيٰى (مریم ۷) — اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں، جس کا نام یحیٰی ہے۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام کو اس طرح بلایا۔

۸۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (مریم – ۱۲) — اے یحیٰی تو کتاب (توریت) کو مضبوطی سے پکڑلے۔

دیکھئے تمام پیغمبروں کو تو نام بنام پکارا گیا، مگر اپنے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں کہیں بھی پکارا۔ تو پیارے خطاب نرالے القاب سے ہی یاد فرمایا، جو صاف وصریح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس بارگاہ عالی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ کوئی محبوب اور پیارا عزت وتوقیر والا نہیں ہے۔

دربار رسالتؐ کے آداب

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاكَ (الاحزاب ۴۵) — اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔

۲۔ يَاۤ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ ۶۷) — اے رسول! وہ احکام پہونچا دے جو تجھ پر تیرے پروردگار کی طرف سے اتارے گئے۔

۳۔ يَاۤ اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ (المزمل ۱-۴) — اے چادر اوڑھنے والے! رات کو کھڑا ہو، مگر کسی رات کو نہ ہو تو معاف ہے، آدھی رات تک کھڑا رہا کر، یا اس میں سے کچھ کم کرلے یا کچھ بڑھا دیا کر۔

۴۔ يَاۤ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (المدثر ۱-۳) — اے لحاف میں لپٹے ہوئے کھڑا ہو، لوگوں کو ڈرا، اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر۔

۵۔ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ — اے سردار! قسم ہے قرآن محکم کی، بے شک

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	تو پیغمبروں میں سے ہے ۔
(یٰسٓ ۱ ، ۳)	

÷

۶ ۔ طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ۔	اے چودہویں رات کے چاند! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت اٹھائے ۔
(طٰهٰ ۱ - ۲)	

آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ تمام امراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں سے کسی ایک خاص کو یوں ندا کرے ، اے مقرب بارگاہ اے نائب سلطنت ، اے صاحب عزت ، اے سردار مملکت ، تو کیا کسی کو اس امر میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی رہے گا کہ وہ بادشاہ کے نزدیک تمام عمائد سلطنت اور ارکین مملکت سے زیادہ محبوب و پیارا اور عزت و وجاہت والا ہے ۔

فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سراسر ہلاکت ہے

حضور اکرمؐ سید الانبیاء کے گستاخوں کے متعلق خدا کا ارشاد ہے ۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر ۳) بے شک اے محبوبؐ آپ کا دشمن ہی بے برکت اور محروم رہنے والا ہے ۔

اسی لئے ابولہب نے حضور اکرمؐ کی گستاخی کی، آپ ایک مجمع میں تقریر فرما رہے تھے کہ لا الہ الا اللہ کو قبول کرلو تو کامیاب ہو جاؤگے، اس پر ابولہب نے غصے میں کہا کہ :

تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا (بخاری شریف) تو تباہ ہو جائے (نعوذ باللہ) کیا تونے یہی سنانے کے لئے ہمیں بلایا ہے ۔

اس پر خدا کو اس قدر غضب آیا کہ ایک پوری سورۃ ابولہب کی ہلاکت کے متعلق نازل فرمائی اور اس کے آغاز میں فرمایا :۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ (اللھب ۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہوگیا ۔

ابوجہل کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کے باعث ذلیل ہو کر مرنا

جب ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حد سے زیادہ بے ادبی اور گستاخی کرنی شروع کی یہاں تک کہ اس نے یہ مصمم ارادہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس وقت سجدہ میں ہوں گے میں اُن کا سر جسم سے الگ کر دوں گا، تو غیرت الٰہی نے اس کو زیادہ مہلت نہ دی اور ارشاد فرمایا :۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا — اگر باز نہ آئے تو ہم ضرور گھسیٹیں گے،
بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ — چوٹی پکڑ کر. کیسی چوٹی جھوٹی خطا کار،
خَاطِئَةٍ (العلق ۱۵، ۱۶)

چنانچہ احادیث اور تاریخوں سے یہ ثابت ہے کہ حضور اکرمؐ کے دونوں بڑے دشمن ابوجہل اور ابولہب انتہائی ذلت کی موت مرے کیونکہ ابوجہل میدان بدر میں انصار کے دو بچوں معوذؓ اور معاذؓ کے ہاتھوں سے قتل ہو کر واصل جہنم ہوا، اور اس کے باقی ساتھی بھی قتل ہو گئے ابولہب کو جب اس شکست کی خبر ملی تو صدمہ کی وجہ سے اس کو خون آنا شروع ہو گیا، اور اسی حالت میں وہ بھی مر گیا، یہ ذلت کی موت معصوم پیغمبرؐ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے ان لوگوں کو ملی، اس لئے آج بھی اگر کوئی سردار دوجہاں کی شان میں گستاخی کرے گا تو وہ ذلت کی موت مرے گا، اس کی دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے گی اسی لئے ہمارا یہ مسلک ہے کہ معصوم پیغمبرؐ کی شان میں گستاخی کرنے والا مردود ہے اور سب سے بڑی گستاخی یہی ہے کہ شمع رسالت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کسی کو سنایا جائے وہ اُس کو ٹھکرا دے اور اپنے باپ دادا پیروں، مشائخ اور اماموں کی تقلید کرے تو یہ سراسر گمراہی ہے، اور خاتم الانبیاء کی سب سے بڑی بے ادبی ہے۔

امام الانبیاء شافع روز جزا

کی

شفاعت کبریٰ کا بیان

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(اسراء ۷۸، ۷۹)

آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز کو قائم رکھیئے، اور فجر کے وقت قرآن پڑھیئے، یقیناً فجر کے وقت قرآن پڑھنے پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں، رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کیجیئے، یہ زیادتی آپ کے لئے ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا،

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود کے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے یہ مقام بڑا اعلیٰ اور ارفع مقام ہے، یہ منصب صرف آپ کو ہی دیا جائے گا یہاں پر ساری مخلوق آپ کی تعریف کرے گی اور خود خالق اکبر بھی آپ کا ثناخواں ہوگا اور یہی مقام شفاعت کا مقام ہوگا جہاں آپ گناہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور اسی مقام پر آپ کا لواء الحمد بھی نصب ہوگا. جس کے نیچے سارے انبیاء ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔	میں قیامت کے دن سب انسانوں کا سردار ہوں گا، اور اس میں فخر نہیں ہے، اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور اس میں کوئی شیخی اور فخر نہیں ہے۔ اور آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا اور اس میں کوئی فخر نہیں ہے ۔

(ترمذی جلد ۲ ، صـ ۲۰۲)

※

قیامت کے روز میدان محشر میں سب لوگ اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں گے ۔ آفتاب کی گرمی کی وجہ سے تمام لوگوں کے جسموں سے پسینہ جاری ہو جائے گا نبیوں اور نیک بخت مومنوں کے تو صرف تلوے تر ہوں گے ، عام مومنوں کے ٹخنے پنڈلی ، زانو ، کمر ، سینہ اور گردن تک اعمال کے موافق پسینہ جاری ہوگا ۔ کفار منہ اور کانوں تک پسینہ میں ڈوب جائیں گے ، ایک ہزار سال کی مقدار تک لوگ سخت پریشانی میں مبتلا رہیں گے ۔

عرش الٰہی کا سایہ

سات قسم کے لوگ عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے۔

(۱) عادل بادشاہ (انصاف کرنے والا) (۲) نوجوان عابد (۳) وہ شخص جو صرف اللہ کی یاد اور نماز کی غرض سے ہمیشہ مسجد سے دل لگائے رکھے (۴) وہ شخص جو خلوت اور تنہائی میں اللہ کے ڈر سے رویا کرے (۵) وہ دو شخص جو صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کریں۔ (۶) وہ شخص جس کو خوبصورت اور اونچے درجے کی عورت بد فعلی کے لئے بلائے مگر وہ صرف اللہ کے ڈر کی وجہ سے اس کے پاس بھی نہ جائے (۷) وہ شخص جو خیرات اس طرح کرے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ (بخاری شریف)

الغرض یہ سب لوگ راحت و آرام میں ہوں گے۔ ان کے سوا دوسرے لوگ دھوپ کی گرمی کی وجہ سے سخت پریشان ہوں گے اور پیاس بجھانے کی غرض سے حوض کوثر کی طرف جائیں گے، قیامت کے دن ہر نبی کو ایک ایک حوض دیا جائے گا۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض تمام نبیوں سے بڑا ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں، اور مشک سے زیادہ خوشبو دار ہوگا، جو ایک مرتبہ پی لے گا، پھر پیاسا نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لوگوں کو وضو کے نشان دیکھ کر پہچان لیں گے، اور ان ہی کو پلائیں گے ہاں ان میں سے بدعتیوں کو آپ دھتکار کر حوض کوثر سے ہٹا دیں گے۔

☆☆☆☆

تمام انبیاء کا سفارش سے انکار

بہرکیف میدان محشر میں لوگ بہت پریشان ہوں گے، ایک ہزار سال تک پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا رہیں گے، بالآخر مجبور ہو کر سفارش کرنے والوں کو تلاش کریں گے۔

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا آدَمُ أَمَا تَرَى النَّاسَ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلٰئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ شَفِّعْنَا إِلَى رَبِّنَا حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكَ وَيَذْكُرُ لَهُمْ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ

(بخاری)

چنانچہ تلاش کرتے ہوئے حضرت آدم ؑ کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اے آدم علیہ السلام! کیا آپ لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس مصیبت میں ہیں، آپ بڑے مرتبہ والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، اور فرشتوں سے سجدہ کرایا اور تمام چیزوں کے نام آپ کو بتائے آپ ہماری سفارش کیجئے، تاکہ اس جگہ سے ہم کو نجات ہو کر آرام ملے، حضرت آدم ان کے جواب میں یہ فرمائیں گے کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں، اور ان کے سامنے اپنا گناہ یاد کریں گے جس کو انھوں نے کیا تھا۔

یعنی ممنوع درخت کھالیا تھا، اس لئے وہ سفارش کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، بلکہ یہ فرمائیں گے کہ تم سب نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کے لئے پہلا رسول بنا کر بھیجا تھا۔

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ لَسْتُ

وہ سب مل کر حضرت نوح ؑ کے پاس آئیں گے اور ان سے

هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ — بھی یہی عرض کریں گے کہ آج ہماری سفارش کیجئے اور اس مصیبت سے نجات دلائیے ، ان کو بھی وہ گناہ یاد آجائے گا جو دنیا میں ان سے سرزد ہوا تھا ۔

اس لئے وہ معذرت کے طور پر کہیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں ، لیکن تم لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خدا کے لاڈلے اور پیارے ہیں ، وہ تمہاری سفارش کریں گے ، چنانچہ وہ سب مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے بھی درخواست کریں گے ، ابراہیم علیہ السلام کو بھی وہ گناہ یاد آجائے گا ، جو ان سے صادر ہو گیا تھا ، وہ بھی اپنی مجبوری بیان کر کے کہیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں ، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ، وہ اللہ کے خاص بندے ہیں ، اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات عنایت فرمائی تھی اور ان سے ہم کلام ہوا تھا ، چنانچہ وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے بھی یہی درخواست کریں گے ، موسیٰ علیہ السلام بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں اور اپنے اس گناہ کو یاد کریں گے جو ان سے سرزد ہوا تھا جس سے وہ شرمندہ ہوں گے اور یہ فرمائیں گے ، کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ، جو خدا کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں ، اور اس کے خاص کلمہ اور روح ہیں ، یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور سفارش کی درخواست کریں گے ، عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں ، تم سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے ایسے مقبول بندے ہیں ، جن کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

فَيَأْتُونِي فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ — یہ سب جمع ہو کر میرے پاس آئیں گے میں

عَلٰی رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ	جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت طلب
فَاِذَا رَاَیْتُ رَبِّیْ وَقَعْتُ لَہٗ	کروں گا، مجھے اجازت دی جائے گی، اپنے پروردگار
سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَا شَاءَ اللّٰہُ	کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا، اور جب تک اس
اَنْ یَّدَعَنِیْ ثُمَّ یُقَالُ ارْفَعْ	کو منظور ہے سجدے ہی میں پڑا رہنے دے گا، اس
رَأْسَكَ یَا مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ	کے بعد حکم ہوگا کہ محمدؐ اپنا سر اٹھاؤ، اور عرض کرو،
وَسَلْ تُعْطَہٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ	تمہاری عرض سنی جائے گی، تمہاری درخواست
فَاَحْمِدُ بِمَحَامِدَ عَلَّمَنِیْھَا	منظور ہوگی، تمہاری سفارش قبول ہوگی، اس وقت
ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا	میں اپنے مالک کی ایسی ایسی تعریفیں بیان کروں گا
فَاُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ ۔	جو وہ مجھ کو سکھلائے گا، پھر لوگوں کی سفارش میں کروں گا
	سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی، میں ان کو بہشت
(بخاری)	میں لے جاؤں گا ۔

کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں

پھر اس کے بعد لوٹ کر اپنے پروردگار سے عرض کروں گا، اے پاک پروردگار اب تو دوزخ میں ایسے ہی لوگ رہ گئے ہیں جو قرآن کے بموجب دوزخ ہی میں ہمیشہ رہنے کے لائق ہیں (یعنی کافر اور مشرک) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ سے وہ لوگ بھی نکال لئے جائیں گے جنہوں نے دنیا میں لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا اور ان کے دل میں ایک جو کے برابر ایمان ہوگا تو وہ لوگ بھی نکال لئے جائیں گے جنہوں نے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا۔ اور ان کے دل میں گیہوں کے برابر ایمان ہوگا، پھر وہ بھی نکال لئے جائیں گے جنہوں نے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا، اور ان کے دل میں چیونٹی کے برابر ایمان ہوگا ۔ (بخاری شریف)

آیات قرآنیہ اور مسئلۂ شفاعت

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موحد گنہ گاروں کی ضرور سفارش فرمائیں گے، اور یہ سفارش خدا کے حکم کے مطابق ہوگی، کیونکہ بغیر خدائی حکم کے کوئی کسی کی سفارش نہیں کرسکے گا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیتوں میں اسی طرح سے فرمایا ہے :-

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (النبا ۳۸)	جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے، تو کوئی کلام نہ کرسکے گا ہاں جسے رحمٰن اجازت دیدے، اور ٹھیک بات زبان سے نکالے۔

یعنی جو موحد ہوگا لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہوگا، تو بحکم خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سفارش فرمائیں گے، اور فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ-۲۵۵)	کون ہے جو خدا کی اجازت کے بغیر اس کے پاس کسی کی سفارش کرسکے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مریم-۸۷)	کسی کو شفاعت کا اختیار نہیں ہوگا سوائے ان کے جنھوں نے خدا کی طرف سے قول وقرار لیا ہو۔

یعنی خدا کی توحید کی گواہی دی، اور اسی پر ہمیشہ قائم رہے، اور فرمایا:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ	وہ کسی کی سفارش نہیں کریں گے، مگر اس

ارْتَضٰی (الانبیاء ۲۸) کی جس سے خدا خوش ہو ۔

لہٰذا بغیر ایمان اور توحید کے شفاعت کی امید نہیں کی جا سکتی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کی بابت فرمایا کہ :۔

اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا

تم ایمان لاکر اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچا لو ، کیونکہ بغیر ایمان لائے اللہ کی جانب سے میں تمہارے لئے کچھ کام نہیں کر سکتا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان کے بعد جو شخص اس دعا کو سچے دل سے پڑھے گا ، میں اس کے لئے سفارش کروں گا ، وہ دعا یہ ہے :۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ

اے اس پوری پکار (اذان) اور کھڑی ہونے والی نماز کے پروردگار ، تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ وسیلہ اور بزرگی ، اور جس مقام محمود کا وعدہ فرمایا ہے ، وہ عنایت فرما ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا ۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ

اے اللہ کے رسول ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ کون مستحق ہو گا کس کی قسمت میں یہ نعمت ہو گی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَا یَسْأَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِیْثِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ مِنْ نَفْسِهٖ (الحدیث)

ابو ہریرہ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہیں پوچھے گا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث سننے کی کیسی حرص ہے (اب سن لو) کہ سب سے زیادہ میری شفاعت کا نصیب ہونا اس شخص کے لئے ہوگا، جس نے اپنے دل سے یا اپنے جی کے خلوص کے ساتھ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا۔

خاتم الانبیاء کو فکر امّت

وَالضُّحٰى وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ (الضحٰی ۱، ۵)

قسم ہے چاشت کے وقت کی، اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے، نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے، نہ وہ بیزار ہوگیا ہے۔ یقیناً تیرے لئے انجام، آغاز سے بہتر ہے تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی اور خوش ہو جائے گا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کو ایسی ایسی نعمتیں دیں گے، جن سے آپ خوش ہو جائیں گے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو ہم شفاعت کرنے کا حکم دیں گے اور آپ شفاعت کر کے اپنی امّت کو بخشوا لیں گے، اور آپ کو ہم حوض کوثر بھی عطا

کریں گے، جس کے کنارے کنارے بے شمار آبخورے ہوں گے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا، اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا، جو ایک مرتبہ پی لے گا۔ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، آپ اپنے دست مبارک سے اپنے امتیوں کو پلائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ	بے شک ہم نے تجھے حوض کوثر (اور
فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ	بہت کچھ) دیا ہے لہٰذا تو اپنے رب کی
اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ	نمازیں پڑھ اور قربانی کر، یقیناً تیرا دشمن
(الکوثر ۱-۳)	ہی بے نام ونشان ہے ۔

بہرحال نبیوں کی، ولیوں، شہیدوں کی اور حق پرست علماء کی شفاعت ضرور منظور ہوگی، جب کہ لوگوں میں اس کی صلاحیت پائی جائے گی، اور شفاعت کی صلاحیت ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل ہوں گے، اور اسی توحید پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا ہوگا،

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید اور اتباع سنت پر قائم رکھے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ بالخیر ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔

آمین ۔

شفیع المذنبین کی شفاعت

صرف سنت رسول کے تابعداروں کو نصیب ہو گی!

ہمارے مہربان حنفی حضرات غلط فہمی کی وجہ سے یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ہم شفاعت کے منکر ہیں، حالانکہ شفاعت کا ثبوت قرآن میں واضح طور پر موجود ہے تو پھر کوئی مسلمان شفاعت کا انکار کیسے کر سکتا ہے، لہٰذا ہم پر یہ بھی صریح بہتان ہے، چنانچہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ میدان محشر میں حضور اکرم، خاتم النبیین، سید المرسلین محبوب رب العالمین، ہادیٔ اسلام، ختم رسل، سید کل، سید العرب والعجم سرور کائنات محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے حبیب خدا فداہ ابی وامی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے لئے ضرور شفاعت کریں گے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے،

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (البقرۃ-۲۵۵) کون ہے وہ جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس کسی کی سفارش کر سکے۔

تو اس فرمان الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ گنہگار مومنوں کے لئے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور شفاعت کریں گے، مگر یہ شفاعت اللہ کی اجازت سے ہو گی اور اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی اور اللہ صرف ان لوگوں کے لئے شفاعت کی اجازت دیں گے، جو اس کے معصوم پیغمبرؐ کی اتباع کرنے والے ہوں گے اور جو لوگ اپنی طرف سے بدعات ایجاد کر کے شفاعت کی امید رکھتے ہیں، ان کا یہ عقیدہ خام خیالی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حوض کوثر پر اہل بدعت کی رسوائی

یہ حدیث حضرت اسماءؓ، حضرت ابو وائل، اور حضرت ابو سعید خدری رضؓ تینوں سے روایت ہے اور یہ بڑی تفصیلی حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ حوض کوثر پر میں اپنے امتیوں کا انتظار کر رہا ہوں گا، اسی وقت کچھ ایسے لوگ میرے سامنے آئیں گے کہ میں ان کو اپنا امتی ہونا پہچان لوں گا، مگر جلد ہی ان کے اور میرے درمیان پردہ حائل ہو جائے گا۔

زبان نبوت سے بدعتیوں پر پھٹکار

فَيُقَالُ أُمَّتِيْ إِنَّكَ	(تو میں بے ساختہ پکاروں گا) کہ یہ میرے امتی ہیں
لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا	مجھے جواب دیا جائے گا) تجھے نہیں معلوم وہ باتیں
بَعْدَكَ ، فَأَقُوْلُ	جو انہوں نے دین میں پیدا کی تھیں تیرے بعد
سُحْقًا سُحْقًا	تو یہ سن کر میں کہوں گا کہ دور ہو جاؤ، دور
(بخاری جلد دوم کتاب الفتن ص۱۰۴۵)	ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضور اکرمؐ اس وقت ان لوگوں کو پہچان لیں گے کہ یہ میرا کلمہ پڑھنے والے میرے امتی ہیں، مگر فرشتے ان کو جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں تو حضور اکرمؐ بے ساختہ ان کے لئے شفاعت چاہیں گے اور عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ تو میرے اُمتی ہیں ان کو جہنم میں کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ جب آپؐ یہ عرض کر چکیں گے تو اللہ کی طرف سے جواب ملے گا کہ یہ تیری شفاعت کے قابل نہیں اس لئے کہ انہوں نے تیرے بعد دین میں بدعتیں ایجاد کیں

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا یہ فرمان سن کر خود ان لوگوں پر غضبناک ہو جائیں گے اور اس غضب کے عالم میں ان لوگوں کو دھتکارتے ہوئے فرمائیں گے کہ دفع ہو جاؤ دفع ہو جاؤ کیونکہ تم نے میرا کلمہ پڑھا اور دین کی باتیں اپنی طرف سے گھڑ لیں۔

اس حدیث میں مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ کے الفاظ ہیں اور ان کی تشریح دوسری حدیث میں اس طرح ذکر ہے۔

خطبات رسالت کا واضح اعلان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔

اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ	بے شک بہترین بات خدا کی کتاب ہے اور بہترین راہنمائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی ہے اور بدترین معاملات وہ ہیں جو دین میں نئے پیدا کئے جائیں اور ہر نئی پیدا کی ہوئی بات بدعت ہے۔

(بخاری جلد دوم کتاب الاعتصام ص۱۰۸۰)

سید الکونین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے بدترین کام وہ ہیں، جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے ایجاد کئے جائیں جس کام کا اسلام میں کوئی ثبوت نہ ہو، خواہ اس کام کو نیکی ثواب اور خیر و برکت کی نسبت سے کریں وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور بدعتی کو مرتے دم تک توبہ نصیب نہیں ہوتی، کیونکہ بدعتی ہر بدعت کو نیکی سمجھ کر ہمیشہ کرتا رہتا ہے، اور توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

شریعت ساز کیلئے نارِ جہنم

اور

میدان محشر میں اہل بدعت کا حشر

ختم الرسل سید العرب والعجم خیر البشر سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، اسلام کے نام سے ہر نیا کام جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی موجب جہنم ہے۔

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

(بلوغ المرام)

اسلام کے نام سے ہر نیا کام اور طریقہ (جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی موجب دوزخ ہے۔

اسلام میں غیر مسنون عمل مردود ہے

مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

(بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہماری (مکمل) شریعت کے اندر نیا طریقہ نکالا جس کا میں نے حکم نہ دیا ہو تو وہ نیا طریقہ مردود ہے۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ (ترمذی شریف)

جس نے بغیر ہماری سند کے کسی عمل کو اپنا معمول بنایا تو وہ عامل و معمول دونوں (عند اللہ) مردود ہیں۔

اسلام میں اہل بدعت کے تمام اعمال برباد

لَایَقبَلُ اللّٰہُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ	اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا
صَوْمًا وَّلَا صَلوٰةً وَّلَاصَدَقَةً	ہے اور نہ نماز اور نہ زکوٰۃ وخیرات اور
وَّلَاحَجًّا وَّلَاعُمْرَةً وَلَاجِهَادًا	نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی
وَيَخْرُجُ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا	(انسان دائرہ) اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے
يُخْرَجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ	جیسے بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔

(ابن ماجہ شریف)

اس فرمان کا اس مضمون سے تعلق واضح ہے کہ دین میں نئی باتیں پیدا کرنے والے لوگ بدعتی ہیں اور پہلی حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان بدعتیوں کو پیغمبرؐ کی شفاعت سے محروم کیا جائے گا اور ضمناً اس حدیث میں یہ بات بھی ذکر ہے کہ اَحْسَنِ حدیث کتاب اللہ ہے تو اہل حدیث نام بھی اسی حدیث سے لیا گیا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ کتاب اللہ ہمارا مسلک ہے اور حدیث رسول اللہ کتاب اللہ کی تشریح ہے، ورنہ اس نام کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم قرآن کے منکر ہیں بلکہ حقیقت میں حسین ترین حدیث کتاب اللہ ہے اور ہمارا ایمان اسی کتاب اللہ پر ہے اور کتاب اللہ کی تشریح سنت رسول اللہ میں ہے، اس لئے جو لوگ ان دونوں کو چھوڑ کر بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں وہ شفاعت پیغمبرؐ کے حقدار نہیں ۔

مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

زبان وقلم عاجز و درماندہ ہیں کیونکہ مقام محمدیت فکر کی بلند پروازیوں اور قلم کی جولانیوں سے بہت بالا ہے۔ آپ کے مقام کی رفعت وعظمت کا صحیح اندازہ ملائکہ مقربین کو بھی نہیں، ہاں ہاں یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت جبریل علیہ السلام کے پر بھی جل جاتے ہیں، آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے حریم ذات میں ایک ایسا وقت بھی میسر ہے جس میں کسی نبی، مرسل اور فرشتے کو بھی داخل اندازکی اجازت نہیں کسی نے اسی حدیث کو مدنظر رکھ کر کہا ہے۔

بلاشبہ تسخیر مہ کامل کچھ چیز نہیں، افلاک کے تارے توڑنا بھی کچھ مشکل نہیں اور بے ساحل سمندروں کا احاطہ کرلینا بھی کٹھن بات نہیں، مگر مردِ کامل کا احاطہ کرنا ایک نہایت ہی مشکل اور دشوار امر ہے۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عقلِ انسانی، مقامِ مصطفےٰ کی رفعت وعظمت کا اندازہ کرنے سے قاصر ہی نہیں بلکہ بے بس اور لاچار بھی ہے۔

اس وقت ہمارا موضوعِ سخن آپ کی ذات میں پائے جانے والے جملہ کمالات ومناقب پر روشنی ڈالنا نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ امت کو، آپ کا کس قدر ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ بے خبری ہی میں انسان کے تمام اعمال اکارت چلے جائیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اے مومنو! اپنی آواز کو، نبیؐ کی آواز

اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ (الحجرات ۲)	سے بلند نہ کرو، اور نہ انہیں اس طرح بلند آواز سے بلاؤ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو،

محولہ بالا آیت کے الفاظ لَاتَرْفَعُوْآ سے جہاں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کسی مومن کی آواز کو، نبی کی آواز سے بلند نہیں ہونا چاہئے وہاں اس سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر کسی امر کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان یا حکم موجود ہو، تو اسے سب پر فوقیت دی جائے نہ یہ کہ آپ کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسرے غیر معصوم آدمی کے قول کو برتر خیال کیا جائے، ایسا کرنے سے اس انسان کے قول کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر فوقیت حاصل ہو جائے گی اور یہ ایک نہایت ہی بے ادبی کی بات ہوگی، جس میں انسان کے اعمال ضائع ہو جانے کا شدید خطرہ پایا جاتا ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ جب محض آواز کی بلندی، اعمال کے ضیاع کا باعث بن سکتی ہے تو کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ترک کرنے، اور دوسرے کے قول کو مرجح قرار دے کر اُسے اختیار کرنے سے اعمال باطل نہ ہو جائیں گے، یقیناً ہوں گے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے۔

قَدْجَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ، يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ	بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور بیان کرنے والی کتاب آئی ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی جو اس

سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(المائدہ - ۱۵،۱۶)

کی رضامندی کا خواہاں ہے، سلامتی کے راستوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے وہ اپنے اذن سے انہیں ظلمات سے نور کی طرف لے جاتا ہے، اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے

اس آیت مبارکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت نور بیان کی گئی ہے، اور نور ظلمات کی ضد ہے، فرماتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو کتاب مبین دی ہے مگر اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیحات کی روشنی میں دیکھنا محض عقل سے اٹکل پچو نہ لگانا، تمہیں سلامتی کی راہوں کا سراغ اسی کتاب کے ذریعہ ملے گا، اعتقادی اور عملی ظلمتوں سے تم اسی کتاب کی وجہ سے چھٹکارا پاسکو گے اور صراط مستقیم کی راہنمائی بھی تمہیں اسی کے ذریعہ حاصل ہوگی، مگر یہ سب کچھ اسی صورت میں میسر ہوگا جب تم اسلامی تعلیمات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی توضیحات کی روشنی میں دیکھو گے اگر آپ لوگوں نے آپ کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر احکام اسلامیہ پر نظر و فکر کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں کھو کر اپنی منزل سے بیگانہ اور نا آشنا ہو جائیں گے، اس لحاظ سے آپ کی ذات ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی نور کی روشنی میں ہمیں اپنے اعتقاد و عمل اور فکر و نظر کی اصلاح کرنی چاہیئے -

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے -

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ اے نبیؐ ہم نے آپ کو شاہد، بشر

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا — نذیر، داعی الی اللہ اور روشن کرنے
وَّدَاعِيًا اِلَى اللهِ بِاِذْنِهٖ وَ — والا چراغ بنا کر بھیجا ہے ۔
سِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب ۴۵، ۴۶)

اس آیت مبارکہ میں آپ کی ایک صفت سراجًا منیرًا بیان کی گئی ہے سراج منیرًا اس چراغ کو کہتے ہیں جو اپنی ذات میں بھی روشن ہو اور دوسرے چراغوں کو بھی روشن کرے، جس طرح انسان سورج کی روشنی میں، ضرر رساں چیزوں اور کھائیوں اور کھڈوں سے بچتا ہوا منزل مقصود تک پہونچ جاتا ہے، اسی طرح چراغ معنوی یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں انسان ضلالت و بدعت، کفر و شرک اور اعمال رذیلہ سے بچ کر اپنی منزل کو پالیتا ہے، جس طرح مادی سورج کے طلوع ہو جانے کے بعد، ستاروں کی ضرورت نہیں رہتی، اسی طرح آفتاب رسالت کی موجودگی میں کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں، جس طرح آفتاب کی موجودگی میں، چراغ جلانا ایک حماقت کی بات ہے، اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال وافعال کی روشنی کو ترک کر کے کسی دوسری روشنی کی جستجو کرنا یا اس کے پیچھے چلنا آفتاب رسالت کی توہین کے مترادف ہے، امتی لوگوں کے اقوال وافعال تو ایک طرف رہے، اب تو گذشتہ انبیاء کی بھی ضرورت نہیں رہی اگر بالفرض وہ بھی اس دنیا میں آجائیں تو انھیں اپنا نور نبوت بھی کوئی کام نہ دے، بلکہ وہ آپ ہی کے اطاعت گذار اور متبع بن کر رہیں، آپ خود فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَّمَا — اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو
وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ — انھیں میری پیروی کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوتا ۔

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا ہے :

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدًا علی افق العلیٰ لاتغرب

کہ پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے، اور ہمارا آفتاب ہمیشہ بلند افق پر جگمگاتا رہے گا۔

لہٰذا ہمیں اس مہر جہاں تاب کی روشنی کے سوا اور کسی روشنی کی ضرورت نہیں اور راہ ہدایت دکھلانے کے لئے ہمیں یہی کافی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الانفال۔ ۱۳)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، تو اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے۔

اس آیت میں بڑی وضاحت سے اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ رسولِ خدا کا نافرمان سخت عذاب کا مستوجب ہو گا لہٰذا جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولاً کسی بھی رنگ میں نافرمانی کرتا ہے وہ عذاب الٰہی کا مورد ہو گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اور رضامندی کی تمام راہیں آپ پر واضح فرما دی ہیں اور آپ نے ان امور کو امت کے سامنے کھول کر بیان کر دیا ہے، اب جو شخص آپ سے منہ موڑتا ہے، درا صل وہ اپنے اوپر رحمت الٰہی کا دروازہ بند کر کے اپنے لئے جہنم کا دروازہ کھول لیتا ہے۔ رسول کی نافرمانی کوئی معمولی چیز نہیں، آپ کی نافرمانی کرنا تیز تلوار پر ہاتھ مارنے کے مترادف ہے، چنانچہ امت رسول پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے آئین، اوضاع، طرز، گفتار، کردار اور اطوار میں رسولِ خدا کی پیروی کرے۔

اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(النساء - ۶۵)

تیرے رب کی قسم اس وقت مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو آپس کے باہمی جھگڑوں میں اپنا حکم نہ بنالیں، پھر جو آپ فیصلہ کریں اس سے ان کے دلوں میں انقباض پیدا نہ ہو اور وہ اسے بشاشت قلبی سے تسلیم کرلیں۔

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دو آدمیوں کا آپس میں کوئی جھگڑا تھا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کے لئے آئے، آپ نے ان میں سے ایک کے حق میں فیصلہ کر دیا، مگر جس کے خلاف فیصلہ ہوا وہ حضور علیہ السلام کے فیصلہ سے مطمئن نہ ہوا۔ اور اپنے فریق مخالف کو ساتھ لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہاں جاکر اپنا قضیہ پیش کیا، دوسرے آدمی نے بتایا کہ ہم اس سے قبل، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، آپ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ مگر یہ آدمی نہیں مانتا اب یہ اس سلسلے میں آپ کے پاس آگیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے، آپ نے جب یہ بات سنی تو آپ نے نہایت برافروختہ ہو کر کہا کہ یہ شخص خدا کے رسول کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا، اسی وقت آپ نے تلوار سونت لی اور اس آدمی کو وہیں ڈھیر کر دیا۔

معلوم ہوا کہ جو فیصلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی امر کے بارے میں کر چکے ہیں اس کا ماننا اور اس پر عمل پیرا ہونا مومن کا شیوہ ہے، اگر کوئی رسول خدا کے فیصلے پر مطمئن نہیں اور اسے حیلوں بہانوں سے ٹالنا

چاہتا ہے، تو خدا ئے برتر قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ایسا شخص مومن نہیں ہو سکتا۔

بلاشبہ امت رسول پر حضور علیہ السلام کی اتباع اور فرمانبرداری فرض ہے اور جو شخص آپ کی اتباع سے انحراف کرے گا، وہ کبھی بھی راہ حق کو نہ پا سکے گا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آپ کی سچی اتباع کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مقام محبوب خدا ﷺ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

(الحجرات - ۱)

اے مومنو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو یقیناً وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

اس آیت میں مومنین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کسی معاملے میں سبقت نہ کریں، سبقت کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر کسی دوسرے کے قول کو مقدم کرے، ایسی سبقت سے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی توہین لازم آتی ہے، کیونکہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہر حال میں مقدم کیا جائے اور اس کے غیر کو ان کے مقابلہ میں کسی قسم کی ترجیح نہ دی جائے۔

خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کو مقدم کرنے کا حکم بلا وجہ نہیں دیا گیا بلکہ انہیں مقدم کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات علیم ہے اور علیم بھی اس قسم کا ہے کہ کائنات کا کوئی گوشہ اور کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے اب اگر کوئی شخص ایسی علیم ہستی کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسرے شخص کے حکم کو مقدم کرتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں اس شخص کو زیادہ علیم سمجھتا ہے اور یہ علم باری تعالیٰ کی توہین ہے۔

دوسری بات یہ فرماتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان الفاظ کے اندر یہ مفہوم پایا جاتا ہے کہ خدا اور رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر یہ نہ سمجھ لینا کہ ایسا کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے، بلکہ اس سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ جیسے تم نے اس کے احکام کی توہین کی ہے وہ تمہیں دنیا میں ذلیل و رسوا کر دے کیونکہ عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے: تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ جو اس کے احکام کی عزت کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے عزت دیتا ہے اور جو اس کے احکام سے منہ موڑ کر اس کی ذلت کرتا ہے، خدا تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے اور یہ جو تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہمارا مقصد خدا تعالیٰ کے حکم کی توہین نہ تھا بلکہ ہم نے صرف اس کی ایک توجیہہ بیان کی تھی، اس کے جواب میں واضح ہو کہ وہ تمہاری باتوں کو سنتا بھی ہے اور تمہاری قلبی کیفیات کو جانتا بھی ہے تو ان صفات کے حامل خدا سے کسی شخص کی کون سی بات پوشیدہ رہ سکتی ہے، اصل بات یہی ہے کہ جب انسان کو اس بات کا علم ہو جائے کہ یہ خدا اور اس کے رسول کا حکم ہے تو اسے بسر و چشم قبول کرنا چاہیئے اور اس کی اطاعت کرنی چاہیئے اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کو ہرگز ترجیح نہ دینی چاہیئے یہی ایمان کا تقاضا ہے اور یہی تقویٰ کی علامت ہے۔

لہٰذا اے لوگو جو خدا کے احکام کو پس پشت ڈال کر غیر معصوم لوگوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہو یہ آیت تمہیں انتباہ کر رہی ہے کہ اس قسم کی باتوں سے باز آ جاؤ ورنہ تم سے ایمان اور تقویٰ رخصت ہو جائے گا۔

کلامِ خدا اور حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یہی مسلک اہلحدیث ہے

اہل حدیث کا مسلک ہے کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے پیارے پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، محبوب رب العالمین شمع رسالت، سرور کائنات رہبر اعظم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ، حبیب خدا، فداہ ابی وامی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ہی اہل اسلام کے لئے ایک نمونہ ہے، مسلمانوں کو ہدایت کی دعوت دی جاتی ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے کچھ انعام کی امید رکھتے ہو اور قیامت کی بہتری چاہتے ہو تو خیر البشر سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی کو اپنی زندگی کے لئے عمدہ نمونہ بناؤ اور آپ کی پیروی کرو، اور ان کی عظیم پاک زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بناؤ آپ کی کامیابی اور نجات کا واحد ذریعہ یہی ہے۔

معصومیت کس کے لئے ہے؟

مسلمانو! یاد رکھو کہ معصوم عن الخطاء صرف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ باری تعالیٰ نے ان کی عصمت کی ضمانت دی ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى
(النجم- ۲، ۳، ۴)

یعنی کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں اور وہ پیغمبر اپنی خواہش سے (شریعت میں) بات نہیں کرتا مگر وہ وحی ہوتی ہے جو (خدا کی جانب سے) کی جاتی ہے۔

اس فرمان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اسلام کا یہ مقام بیان فرمایا ہے کہ وہ نہ تو بھول کر کوئی غلط بات کرتے ہیں اور نہ قصداً بھٹکتے ہیں، اس کی ہر بات خدا کی وحی ہوتی ہے، یہ فرمان سید الرسل امام الکل صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کو ثابت کر رہا ہے کہ آپ غلط بات کہنے اور عمل کرنے سے معصوم ہیں، مگر آپ کے سوا ہر شخص خواہ وہ کوئی صحابی ہو یا امام یا ولی وہ معصوم نہیں ہو سکتا، صرف پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی معصوم ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء-۸۰) — جس نے بھی پیغمبر کی اطاعت کی گویا اس نے خدا کی اطاعت کی۔

یہی مسلک حقہ ہے، صرف سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت باری تعالیٰ کی اطاعت ہے، پیغمبر خدا کے سوا کسی کی اطاعت یا تقلید کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص غیر معصوم ہے اس لئے جو لوگ غیر معصوم انسان کی تقلید اور اطاعت کو ضروری سمجھتے ہیں وہ گمراہ ہیں، صرف پیغمبر اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہی خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے، اس کے علاوہ باقی سب طریقے باطل اور گمراہی ہیں۔

مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی (بخاری شریف) — اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

ہماری نجات کا واحد ذریعہ

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ	اور پیغمبر تم کو جو دیں اسے لے لو، اور جس
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَ	سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ، اور
اتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ	اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ اس کا عذاب
الْعِقَابِ (الحشر۔ ۷)	سخت ہے۔

یہ آیت کریمہ سید الرسل خیر البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی اور تمام مسلمانوں کو حکم ہے جو میرا رسول دے اُسے بلا حیل وحجت قبول کرلو اور جس سے روکے فوراً رک جاؤ خواہ کسی کی عقل میں آئے یا نہ آئے اور نافرمانوں کے لئے سخت عذاب ہے۔

خدا کے آخری پیغمبرؐ کی آخری وصیت

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شمع رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا	میں تم میں (اے امت) دو چیزیں چھوڑتا
مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ	ہوں جب تک تم ان دونوں پر عمل کرتے
اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ	رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک اللہ
(موطا امام مالک)	کی کتاب اور دوسری میری سنت۔

خدا اور مصطفیٰ سے آگے بڑھنا حرام ہے

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الحجرات-۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا ہے باری تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو میرے اور میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے آگے بڑھنا گستاخی ہے اور اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فرمان نبوت کا مقابلہ اعمال کو برباد کرتا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا اعمال کو ضائع کرتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

(الحجرات ۲)

مومنو! اپنی آواز پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اس طرح بلند آواز سے نہ پکارو ایسا کرنے سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی آہستہ بات کروں گا، جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے، علاوہ اس کے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی پست آواز سے بات کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:۔

سرورِ کائنات رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ کَادَ الْخَیِّرَانِ یَھْلِکَا اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَفَعَا اَصْوَاتَھُمَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ عَلَیْہِ رَکْبُ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَاَشَارَ اَحَدُھُمَا بِالْاَقْرَعِ ابْنِ حَابِسٍ اَخِیْ بَنِیْ مُجَاشِعٍ وَاَشَارَ الْاٰخَرُ قَالَ نَافِعٌ لَا اَحْفَظُ اسْمَہٗ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ لِعُمَرَ مَا اَرَدْتَ اِلَّا خِلَافِیْ قَالَ مَا اَرَدْتُّ خِلَافَکَ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُھُمَا فِیْ ذٰلِکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ یَآ اَیُّھَا

صحیح بخاری میں نافع بن عمر ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو نیک شخص یعنی ابوبکر و عمر ہلاک ہونے کو تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی آوازیں بلند کیں، جبکہ آپ کے پاس قبیلہ بنی تمیم کے سوار آئے تھے، ایک نے کہا کہ اقرع بن حابس جو قبیلہ بنی مجاشع میں سے ہے امیر مقرر ہو، دوسرے نے کسی اور کے لئے اشارہ کیا، نافع کہتے ہیں مجھ کو اس کا نام یاد نہیں رہا، اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اس معاملہ میں تم صرف میری مخالفت کرتے ہو، عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں تمہاری مخالفت نہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ الْاٰيَة قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهٗ

(رواہ البخاری فی تفسیر سورۃ الحجرات)

چاہتا، اس میں دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، مسلمانو! اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ الخ۔ ابن زبیر کا قول ہے کہ پھر تو عمر کا یہ طریقہ ہوگیا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ نہ لیتے تھے کہ یہ تم نے کیا کہا، عمر کی کوئی بات سمجھ نہ سکتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کا تعظیم رسالت عجیب تھا!

۲۔ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهٖ مُنَكِّسًا رَاْسَهٗ فَقَالَ لَهٗ مَا شَانُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوْسٰى فَرَجَعَ اِلَيْهِ الْمَرَّةَ

موسیٰ بن انس نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو تلاش کیا، تو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس ان کی خبر لائے دیتا ہوں، چنانچہ گئے تو ان کو اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے پایا پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ ثابت نے کہا، بُرا حال ہے۔ میں اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی رکھا کرتا تھا اس لئے میرے عمل نابود ہوگئے، اور میں دوزخی ہوگیا، پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا

الْاٰخِرَةِ بِبِشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ اِذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهٗ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَ لٰكِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔
(رواہ البخاری فی تفسیر سورۃ الحجرات)

کہ ثابت رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں، موسیٰ کا قول ہے کہ وہ شخص ثابت کے پاس دوسری مرتبہ بہت بڑی بشارت لے کر گیا آپ نے حکم دیا کہ ثابت سے کہدو کہ تم دوزخیوں میں سے نہیں ہو، بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔

(چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے)

یعنی آیت کا یہ مطلب نہیں ہے جو ثابت رضی اللہ عنہ نے سمجھا بلکہ بے ادبی سے شور کرنا پیغمبرؐ کے روبرو منع ہے اور جس کی پیدائشی آواز بلند ہو تو وہ معذور ہے،

سبحان اللہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کیسے باادب تھے، اور دل میں کس قدر خوف وخشیت تھی۔

صدیقؓ اور صدیقہؓ کا دربار رسالت میں عجیب واقعہ

۳۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اِسْتَاْذَنَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ اَلَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهٗ

یعنی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور اتفاقاً عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلند آواز سے بولتے ہوئے سنا آپ نے گھر میں جاکر عائشہؓ کو طمانچہ مارنے کے لئے پکڑا اور یہ کہا میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز

وَخَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ مُغْضِبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتِنِيْ اَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَكَثَ اَبُوْ بَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا۔

(رواہ ابوداؤد فی کتاب الادب)

سے اونچی رکھتی ہو، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق کو روکتے رہے، اور ابوبکر خفا ہو کر چلے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کے چلے جانے کے بعد فرمایا کیوں دیکھا میں نے تم کو ایک مرد کے ہاتھ سے بچا لیا۔ نعمان کا قول ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے چند یوم توقف کیا اور ایک دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور یہ دیکھا کہ دونوں نے صلح کر لی ہے، ابوبکر نے کہا جس طرح تم دونوں نے مجھے اپنی لڑائی میں دخیل کر لیا تھا، صلح میں بھی کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا ہمیں منظور ہے، اچھا ہمیں منظور ہے۔

اس کو ابوداؤد نے کتاب الادب میں روایت کیا ہے۔

الحاصل غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف اتنی بے ادبی کہ بات کہنے میں آواز بلند ہو جائے اس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ کرام کے تمام اعمال اور عمر بھر کی جانفشانیاں حبط اور اکارت ہو جائیں جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے۔

جب کسی اور نبی کی نبوّت آج نہیں چل سکتی

تو کسی امام کی فقہ بھی آج نہیں چل سکتی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تورات کا ورق پڑھ کر سنایا اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت متغیر ہوگئی اور چہرہ مبارک پر آثار غضب پیدا ہوگئے، باوجود خلق عظیم کے ایسے جلیل القدر صحابی پر عتاب فرمایا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے،

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَۃٍ مِّنَ التَّوْرَاۃِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذِہٖ نُسْخَۃٌ مِّنَ التَّوْرَاۃِ فَسَکَتَ فَجَعَلَ یَقْرَأُ وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَا تَرٰی مَا بِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

دارمی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کا نسخہ لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر عرض کیا یارسول اللہ! یہ تورات کا نسخہ ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش ہوگئے تو وہ پڑھنے لگے، ادھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا عمر تم تباہ ہوگئے کیا تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھتے عمر رضی اللہ عنہ آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھ

فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ بَدَا لَکُمْ مُّوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَ تَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا وَّاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ

کر کہنے لگے، میں خدا و رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں ہم اپنے پروردگار اور دین اسلام اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم ضرور گمراہ ہو جاتے اور اگر موسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اطاعت کرتے ۔

(رواہ الدارمی، مشکوٰۃ)

اب ہر عقل سلیم والا سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی صرف اتنی حرکت اس قدر ناگوار طبع غیور ہوئی، تو کسی اور کی اس تقریر سے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں شک ڈال دیتی ہے، کیسی اذیت پہونچتی ہوگی، کیا یہ ایذا رسانی خالی جائے گی، ہرگز نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرے گا اور ان کے لئے ذلت

مُّهِيْنًا۔ (الاحزاب - ۵۷) کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا ہوں گے، اور دنیا میں بھی وہ برباد ہوں گے ۔

حدیث نبویؐ کو چھوڑ کر امتی کے قول کی طرف آنا منافقت ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (النساء - ۶۱)

جب ان (نام نہاد مسلمان منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ (فیصلہ کے لئے) اس چیز کی طرف آؤ، جو اللہ نے اتاری ہے (قرآن مجید) اور رسولؐ کی طرف آؤ تو ان منافقوں کو تو دیکھے گا کہ یہ تجھ سے ہٹ رہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں فرماتا ہے :

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا (النساء - ۶۲)

پھر کیا ہوا جب ان کو اپنی کرتوت کی وجہ سے (کہ رسول کا فیصلہ نہ مانا) مصیبت پہونچی، پھر تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ بخدا ہماری غرض تو صرف سلوک اور میل ملاپ تھا ۔

یعنی مقتول کے وارث سید العرب والعجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس آپ کی اپیل لے کر نہیں گئے تھے، بلکہ اس خیال سے گئے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سب کی آپس میں صلح کرادیں گے

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں امتی کے قول پر عمل کرنے والے کا حشر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیارے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ منافق ہیں یہ تیرے فیصلے کو پسند نہیں کرتے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَعِظْھُمْ وَقُلْ لَّھُمْ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا ۔ (النساء-۶۳)

یہی لوگ (منافق) ہیں کہ جو کچھ ان کے دلوں میں (نفاق) ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے پھر (اے پیارے پیغمبر) ان سے منہ پھیر لے اور ان کو (نفاق چھوڑ دینے کی) نصیحت کر اور ان سے ان کے حق میں موثر بات کہہ۔

سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار کا نتیجہ

ایک دفعہ خاتم الانبیاء سید العرب والعجم خیر البشر رہبر کائنات شمع رسالت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی اور دوسرے منافق کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف سے فیصلہ کرائیں گے مگر یہودی نے کہا کہ سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرائیں گے چونکہ دونوں متفق ہو کر فیصلہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کی باتیں سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا منافق کچھ ناراض ہوگیا اور باہر آ کر یہودی

سے کہا چلو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نظر ثانی کرالیں کیونکہ منافق نے سوچا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ غیر مسلموں کے سخت خلاف ہوتا ہے، منافق کا خیال تھا کہ میرے حق میں فیصلہ ہو جائے دونوں حضرات دربار فاروقی میں پہنچے اور منافق نے بڑی ہوشیاری سے کہا کہ میرا حق ہے، اور جب فاروق اعظم نے یہودی سے پوچھا تو یہودی نے کہا کہ میں آپ سے زیادہ باتیں نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس جھگڑے کا فیصلہ شمع رسالت رہبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں فرما چکے ہیں، اب منافق نظر ثانی کے لیے آیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سخت غصہ و غضب میں آگئے، اور منافق کی گردن اڑا دی۔

سیدنا فاروق اعظم نے اس منافق کو قتل کر دیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ ملنے عمر رضؓ اس کا فیصلہ یوں کرتا ہے:-

هٰذَا قَضَاءُ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	یہی فیصلہ ہے اس شخص کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر رضامند نہیں ہوتا۔

حضرت عمر فاروق رضؓ پر قتل کا دعویٰ

اس مقتول کے وارثوں نے سید الکونین رہبر کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں حضرت عمر فاروق رضؓ پر خون کا دعویٰ دائر کر دیا کہ حضرت عمر رضؓ نے ایک انسان کو قتل کر دیا ہے، سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاضی وقت ہیں عدالت عالیہ میں مقتول کے وارث اور عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام خدائی فیصلہ لے کر آئے،

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ	تو قسم ہے تیرے رب کی (اے پیارے
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ	رسول) نہیں ایمان لائیں گے یہاں تک کہ تجھ کو
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ	اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں
وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا	پھر آپ جو فیصلہ صادر فرمادیں اس سے اپنے
(النساء – ۶۵)	دلوں میں کچھ تنگی نہ پائیں بلکہ بسر وچشم تسلیم کرلیں'

یعنی یہ لوگ کلمہ پڑھنے اور مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے، حج، نماز اور زکوٰۃ، ادا کرنے والے جب تک دین و دنیا کے تمام تنازعوں اور جھگڑوں میں پیارے پیغمبرؐ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم اور جج نہ بنائیں ہرگز مومن نہیں ہو سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قرآن مجید کا فیصلہ

جب کسی مسئلہ میں اختلاف اور جھگڑا ہو جائے، اللہ تعالیٰ اور اس کے عظیم و پیارے پیغمبر اعظم سید المرسلین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ	اگر تمہارے کسی مسئلہ میں جھگڑا ہو جائے تو
اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ	اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔
(النساء – ۵۹)	

☘

اب جب کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور کوئی نیا نبی اور رسول نہیں آسکتا

تو پہلے رسول کی تابعداری سے خدا کی اطاعت ہو سکتی ہے بغیر رسول کی تابعداری کے اللہ کی فرمانبرداری ہو ہی نہیں سکتی، اللہ کے رسول کی تابعداری ہی اللہ کی فرمانبرداری ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔

(النساء ۷۹ ـ ۸۰)

(اے محمدؐ) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ بطور گواہ کافی ہے، جو رسولؐ کا کہا مانے گا، وہ درحاصل خدا کا حکم مانے گا، اور جو رخ پھیرے گا، تو ہم نے آپ کو ان پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی کریمؐ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، جو اللہ کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا، اور جو اللہ کے رسول سے محبت کرے گا، وہ اللہ سے محبت کرے گا، اسی طرح جس نے رسول کی نافرمانی کی، اس نے گویا اللہ کی نافرمانی کی اپنے رسول کی نافرمانی سے خدا ناخوش ہوتا ہے، جس طرح اپنے نافرمانوں سے ناخوش ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

(النساء ۱۱۵)

اور جو شخص راہ ہدایت کھل چکنے کے بعد اللہ کے رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چلے گا ہم اس کو اسی راہ پر چلائیں گے جس پر وہ چلے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے، اور یہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

حضورکی ذات بھی اعلیٰ، بات بھی اعلیٰ

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِي مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ	(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کیا انھوں نے آسمان وزمین کی مملکت میں اور خدا کی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر کبھی غور نہیں کیا اور اس بات پر کہ ممکن ہے اجل قریب ہی آگئی ہو پھر اب یہ اس کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے ۔

(الاعراف - ۱۸۵)

تمام فضائل کائنات عالم میں سید الاولین و آخرین، شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فداہ ابی و امی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اسی طرح آپؐ کے کلام کی فضیلت تمام مخلوق کے کاموں پر ہے، مثل تمام بادشاہوں کا کلام تمام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے اس علم حدیث شریف کا موضوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے، اس حیثیت سے کہ آپ شریعت میں اللہ کے رسول ہیں اور حدیث آپ کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں، اور اس کے پڑھنے اور عمل کرنے سے دونوں جہاں کی سعادت اور کامیابی حاصل ہوتی ہے ۔

علامہ ازدی مصریؒ کا عارفانہ کلام

ازدی مصری اپنی کتاب "المؤتلف" کے صفحہ ۱۳۶ پر خوب فرماتے ہیں،

عِلْمُ الْحَدِيْثِ لَهٗ فَضْلٌ وَّمَنْقَبَةٌ ❊ نَالَ الْعُلَآءَ بِهٖ مَنْ كَانَ مُعِيْنًا

علم حدیث کی بڑی فضیلت ہے اور اس کی اعانت و مدد کرنے والا بلند مرتبہ کو حاصل کرلیتا ہے۔

مَا حَازَهٗ نَاقِصٌ اِلَّا وَكَمَّلَهٗ ❊ اَوْحَازَهٗ عَاطِلٌ اِلَّا بِهٖ حَلِيًّا

علم حدیث کو پڑھ کر ناقص ترین انسان کامل بن جاتا ہے اور قبیح و بدصورت آدمی حسین خوبصورت بن جاتا ہے،

اَمَّا الْحَدِيْثُ فَلَا يَخْفٰى جَلَالَتُهٗ ❊ فَاِنَّهٗ مِنْ عُلُوْمِ الدِّيْنِ عَمَّانٌ

علم حدیث کی عظمت، جلالت پوشیدہ نہیں ہے۔ بے شک وہ علومِ دین کا دریا ہے ۔

عَمَّانُ فَيْضٍ طَوِيْلُ الْبَاعِ مُكْرَمَةٌ ❊ فِيْهِ جُمَانٌ وَّيَاقُوْتٌ وَّمَرْجَانٌ

یہ دریائے فیض بزرگی میں دراز بازو ہے، اس دریا میں بڑے قیمتی موتی یاقوت و مونگے ہیں۔

كُلُّ الْعُلُوْمِ سَمُوٌّ لٰكِنْ يَا فَتٰى ❊ اَهْلُ الْحَدِيْثِ لِدِيْنِ اللهِ اَعْوَانٌ

جو بھی علوم ہیں وہ بلند پایہ اور بلند مرتبہ ہیں لیکن اہل حدیث اللہ کے دین کے مددگار ہیں ۔

حدیث رسالت کی شان اور صاحب نبوت کی زبان

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ
یَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ
فَوَعَظَنَا مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً ذَرَفَتْ
مِنْھَا الْعُیُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْھَا
الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ
اللّٰہِ کَاَنَّ ھٰذِہٖ مَوْعِظَۃُ
مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِیْکُمْ
بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ
وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا فَاِنَّہٗ
مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ
فَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا
فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ
الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ
تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا
بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوکر ایسا وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور دل دہل گئے، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا وعظ آپ نے فرمایا ہے یہ تو جیسے کوئی رخصت کرنے والا رخصتی کے وقت خصوصی باتیں کہتا ہے تو کچھ ہمیں وصیت و نصیحت کیجئے، آپ نے فرمایا، میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اور مسلمان بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، ایسی حالت میں میری سنت کو لازم پکڑلو اور میرے خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو، اور اس کو

اَلْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ
(احمد، ابوداؤد، ترمذی)

دانتوں سے تھام لو اور نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنا اختلاف و بدعت سے بچاتا ہے اور جو اس سے بچ گیا وہ نجات پانے کا مستحق ہے ۔

حدیث رسولؐ پر عمل نجات کا واحد راستہ ہے

آفتاب رسالت رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اِثْنَتَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ
(رواہ الحاکم)

میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہوگے تم کبھی بے راہ نہیں ہو سکتے (۱) اللہ کی کتاب (۲) میری سنت یعنی حدیث ۔

یعنی دونوں چیزیں مشعل راہ ہدایت ہیں ، اور یہی دونوں چیزیں چاند و سورج ہیں جس کے ہاتھ میں یہ دونوں یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف ہوں وہ ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتا ، اختلاف کے وقت حدیث اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والا سو شہیدوں کا ثواب حاصل کر سکتا ہے ، سرور کائنات رہبر کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَھِیْدٍ (بیہقی)

یعنی میری امت کے فساد کے وقت ، میری حدیث پر عمل کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا ۔

حدیث نبوی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں رہیں گے ۔

احادیثِ رسول اللہ کے عجیب فضائل

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ (ترمذی)

جس نے میری سنت (حدیث) کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا ۔

حدیث نبوی افضل ترین عبادت ہے

حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

مَاعَبَدَ اللهَ بِشَيْءٍ اَفْضَلُ مِنَ الْحَدِيْثِ وَلَوْلَا الْحَدِيْثُ اَفْضَلُ عِنْدِيْ مِنَ التَّسْبِيْحِ مَاحَدَّثْتُ (شرف اصحاب الحدیث ۱۲۸)

حدیث سے بہتر کوئی عبادت نہیں ، حدیث میرے نزدیک تسبیح سے بہتر ہے اگر تسبیح سے افضل نہ ہوتی تو میں بیان نہ کرتا ۔

* * *

حدیث نبوی نجات کا ذریعہ ہے

جو لوگ اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے لئے حدیث بہترین ذریعہ ہے ، سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

مَا اَعْلَمُ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مِنَ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ مِنْ طَلَبِ الْحَدِيْثِ لِمَنْ اَرَادَ بِهٖ وَجْهَ اللهِ

میں نہیں جانتا کہ زمین پر کوئی علم حدیث کے طالب سے اچھا ہو ، اس کے لئے جو اس سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہو ۔ (تاریخ بغداد ۳ـ۳)

علم حدیث گویا نفلی صلوٰۃ ہے

محمد بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موسیٰ بن یسار ہم کو حدیث سنا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے فرمایا :۔

إِذَا أَنْتَ فَرَغْتَ مِنْ حَدِيْثِكَ فَسَلِّمْ فَإِنَّكَ فِي الصَّلوٰةِ

جب تم حدیث پڑھا کر فارغ ہو جاؤ تو سلام پھیر دو، اس لئے کہ اب تک تم نماز میں تھے،

(تاریخ بغداد)

حدیث نبوی پڑھنا نفلی نماز ہے

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

لَوْ أَعْلَمُ أَنَّ الصَّلوٰةَ أَفْضَلُ مِنَ الْحَدِيْثِ مَا حَدَّثْتُ

اگر میں یہ جانتا کہ نفلی نماز حدیث سے بہتر ہے تو حدیث نہ بیان کرتا یعنی نفل نماز سے میرے نزدیک حدیث خوانی افضل ہے،

(تاریخ بغداد)

اشاعت حدیث نبوی کی افضلیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهٗ حَتّٰى يُبَلِّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ خوش وخرم رکھے جس نے ہماری حدیث کو سن کر یاد کرلیا اور اسی طرح دوسروں کو پہونچادیا،

(شرف اصحاب الحدیث ص۱۸)

اسی نصرت وبہجت اور خوشنودی کی طرف علامہ ابوالعباس الغزنی نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے :۔

اَھْلُ الْحَدِیْثِ عِصَابَۃُ الْحَقِّ ٭ فَازُوْا بِدَعْوَۃِ سَیِّدِ الْخَلْقِ

حدیث والے حق جماعت کے لوگ ہیں، جنہوں نے سید الخلائق (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا کی کامیابی حاصل کی ہے

فَوُجُوْھُھُمْ زَھْرَۃٌ مُّنَضَّرَۃٌ ٭ لَأْلَاءُھَا کَتَأَلُّقِ الْبَرْقِ

ان کے چہرے نہایت ہی منور اور رونق دار ہیں، جو بجلی کی طرح چمکتے ہیں ۔ ۔

یَالَیْتَنِیْ مَعَھُمْ فَیُدْرِکُنِیْ ٭ مَا اَدْرَکُوْہُ بِھَا مِنَ السَّبْقِ

کاش کہ میں بھی حدیث والوں کے ساتھ ہوتا، تو جو سبقت اور فضیلت ان کو حاصل ہے مجھے بھی حاصل ہوتی ۔

حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں

یہی حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور خلیفہ ہیں آپ نے ان کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ دعا فرمائی ہے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے ۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ قَالَ	اے اللہ! تو میرے خلفاء پر رحم فرما ہم
قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ	لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ کے
خُلَفَاؤُکَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ	خلفاء کون لوگ ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ	نے فرمایا میرے خلفاء وہ لوگ ہیں جو
مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ	میرے بعد آئیں گے اور میری حدیثوں اور

وَسُنَّتِیْ وَیُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ — سنتوں کو روایت کریں گے اور لوگوں کو سکھائیں گے۔
(شرف اصحاب الحدیث ص۳۲)

اہلحدیث ہی درود پاک کی وجہ سے حضور کے مقربین ہوں گے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ختم المرسلین محبوب رب العالمین رہبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَکْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلٰوةً ۔ — بے شک قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ قریب مجھ سے وہ لوگ ہوں گے، جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہیں۔

حضرت ابونعیم اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ زبردست فضیلت حدیث کے روایت کرنے اور پڑھنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس لئے کہ کوئی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں ان علماء حدیث کی جماعت سے بڑھ کر نہیں، نہ درود شریف کے پڑھنے، اور نہ لکھنے میں۔

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے روایت ہے کہ سید الکونین آفتاب رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ کَتَبَ عَنِّیْ عِلْمًا وَّکَتَبَ مَعَهٗ صَلٰوةً لَمْ تَزَلْ فِیْ اَجْرٍ مَا قُرِئَ ذٰلِكَ الْکِتَابُ — جو شخص مجھ سے کسی علم کو لکھے، یعنی میری حدیثوں کو لکھے اور اس کے ساتھ مجھ پر درود بھی لکھے، تو جب تک وہ کتاب پڑھی جائے گی، اس کو ثواب ملتا رہے گا،
(شرف اصحاب الحدیث ص۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین شفیع المذنبین

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ	جو شخص مجھ پر کسی کتاب میں درود لکھے
لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ	تو جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا،
لَہٗ مَادَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذَالِکَ	فرشتے اس کے لئے استغفار
الْکِتَابِ (شرف اصحاب الحدیث)	کرتے رہیں گے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر محدثین کو صرف یہی فائدہ ہوتا تو بھی بہت تھا کہ جب تک ان کتابوں پر درود ہے، ان پر خدا کی رحمت اترتی رہتی ہے محمد بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اباجان آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا، فرمایا مجھے بخش دیا، میں نے کہا، کس عمل پر؟ جواب دیا، کہ صرف اس عمل پر کہ میں ہر حدیث میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتا تھا۔

اصحاب حدیث کا جنت میں داخلہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام القبلتین سید الثقلین رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ	قیامت کے دن اصحاب الحدیث اس حال
یَجِیْءُ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ	میں آئیں گے کہ ان کے ساتھ دواتیں
وَمَعَھُمُ الْمَحَابِرُ فَیَقُوْلُ	ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے
اللّٰہُ لَھُمْ اَنْتُمْ اَصْحَابُ	کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود
الْحَدِیْثِ قَالَ مَا کُنْتُمْ	لکھتے رہے یعنی ہر حدیث کے ساتھ صلی اللہ
تَکْتُبُوْنَ الصَّلٰوۃَ عَلَی النَّبِیِّ	علیہ وسلم لکھتے رہے لہٰذا اس درود شریف

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْطَلِقُوْا اِلَی الْجَنَّۃِ ، — کی برکت سے تم جنت میں داخل ہو جاؤ ۔

(القول البدیع للسخاوی ص۱۸۹)

اس کے بعد علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد محدثین کے خواب تحریر فرمائے ہیں ، کہ بعض محدثین کی مغفرت اس لئے ہوئی کہ وہ حدیث کے ساتھ ہی ساتھ درود شریف صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتے تھے ۔ (ص ۱۹۰)

اہلحدیث حضرات کو خوشخبری

سید الکونین آفتاب رسالت سرور کائنات رہبر کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عَدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ

(بیہقی فی کتاب المدخل)

اس علم قرآن و حدیث کو حاصل کر کے آئندہ آنے والی جماعت میں سے اس کے عادل نیک ہوں گے جو حد سے گذرنے والے لوگوں کی تحریف اور زیادتی کو دور کریں گے اور باطل پرستوں کی افترا پردازیوں اور جاہلوں کی تاویلات کو بھی ہٹائیں گے ،

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

قرآنِ حکیم وحدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل کرنا دین اسلام اور دنیا کی سعادت مندی کا خاص ذریعہ ہے، حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِيقَ الْجَنَّةِ (بیہقی)

جو علم قرآن وحدیث کے طلب کے راستہ کو اختیار کرے گا تو ہم اس کے لئے جنت کے راستہ کو آسان کردیں گے۔

اور جو دینی اور شرعی علم حاصل کرتے کرتے مرجائے تو اس کے اور نبی کے درجہ میں صرف ایک درجہ کا فرق رہے گا، سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (دارمی)

جس کے پاس موت آئے اس حال میں کہ وہ اسلام کو زندہ کرنے کے لئے علم حاصل کر رہا تھا، تو جنت کے اندر اس میں اور نبیوں کے درمیان صرف ایک ہی درجہ (نبوت) کا فرق رہے گا۔

اس علم سے علم قرآن اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے، اس سے طلب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :

تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنْ إِحْيَائِهَا (دارمی)

رات کو تھوڑی دیر علم قرآن وحدیث کا حاصل کرلینا رات بھر عبادت کرنے سے بہتر ہے،

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد کرنے کی فضیلت

حدیثوں کا یاد کرنے والا قیامت کے دن عالم اور فقیہہ بنا کر اٹھایا جائے گا۔ اور سید الرسل ختم المرسلین رہبر کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سفارش فرمائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِي السُّنَّةِ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو شخص میری امت کے لئے چالیس حدیثیں میری سنت کی یاد کرے، تو میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا۔

(شرف اصحاب الحدیث)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا مِّنْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ بَعَثَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقِيْهًا عَالِمًا

جس نے میری امت کے لئے چالیس حدیثیں یاد کرلیں جو ان کے دین کے بارے میں ہوں تو ان کو اللہ تعالیٰ فقیہہ اور عالم بنا کر قیامت کے دن اٹھائے گا۔

(شرف اصحاب الحدیث)

آفتاب رسالت پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ وَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا

اللہ تعالیٰ اس بندے کے چہرے کو خوش اور تازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سُن کر ضبط اور حفظ کرلیا اور دوسروں کو سُنایا،

(ابن ماجہ)

اس لئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کثرت سے حدیثیں یاد کرتے تھے

اور یاد کرنے کے بعد آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا بھی دیتے تھے تاکہ کماحقہ اس کی اصلاح ہو جائے، جیساکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم سونے چلو، تو پہلے وضو کر لو اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر اس دعا کو پڑھ کر سو جایا کرو، خدانخواستہ اگر اس رات میں تمہارا انتقال ہو گیا تو فطرت اسلامی پر مروگے، وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ اِلَیْكَ	اے اللہ! میں نے اپنی ذات اور جان
وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَ	کو تیرے حوالہ کر دیا اور اپنے کاموں کو
اَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً	تیرے سپرد کر دیا، اور اپنی پیٹھ کو تیری
وَّرَھْبَةً اِلَیْكَ لَامَلْجَأَ وَ	طرف جھکا دیا تیری رغبت اور تیرے
لَامَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ	خوف سے، تیرے عذاب سے پناہ اور نجات
اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِکِتَابِكَ	کی جگہ نہیں ہے مگر تیرے پاس اے اللہ!
الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ	میں تیری اتاری ہوئی کتاب پر اور تیرے بھیجے
الَّذِیْ اَرْسَلْتَ (بخاری)	ہوئے نبی پر ایمان لایا۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس دعا کو دوبارہ آپ کو سنایا تو میں نے بجائے اٰمَنْتُ بِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کے رَسُوْلِكَ کہہ دیا، تو آپؐ نے فرمایا نہیں وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حدیثوں کو مذاکرہ کے طور پر دہرایا جاتا تھا، کہ حدیث کے الفاظ محفوظ رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے یاد رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے، جیسے کہ وفد

عبدالقیس کو فرمایا تھا۔

اِحْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَرَآءَكُمْ (بخاری)	ان حدیثوں کو یاد کرو اپنی قوم میں جا کر ان کی اشاعت کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

اَكْثِرُوْا ذِكْرَ الْحَدِيْثِ فَاِنَّكُمْ لَمْ تَفْعَلُوْا يَدْرُسْ عِلْمُكُمْ (جامع بیان العلم)	حدیث کی بار بار تکرار کرتے رہو اور بار بار دہراتے رہو اسی مذاکرہ سے اس کی زندگی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیثیں یاد کرتے تھے، فرماتے:۔

يَحْفَظُ مَالَا يَحْفَظُوْنَ (بخاری) ان حدیثوں کو ابو ہریرہ یاد کرتا تھا، جن کو دوسرے لوگ یاد نہیں کرتے تھے۔

سنت مصطفیٰ اور اصحاب مصطفیٰ کے طریقہ کا مخالف جہنمی ہے

ارشادِ خداوندی ہے :-

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

(النساء - ۱۱۵)

جو بھی رسول اللہ کی مخالفت کرے گا اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی ہے، اور مومنوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ کی تابعداری کرے تو اس کو ہم اس کے پسندیدہ راہ پر چلائیں گے، اور جہنم میں داخل کریں گے اور یہ (جہنم) بُرا ٹھکانہ ہے۔

اس مضمون میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ چوں کہ مومنوں کا طریقہ پیغمبر خدا کا بتایا ہوا ہے، اس لئے اس کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرنا پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے اور جو بھی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اسی گمراہی کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیں گے، تو اس سے صاف واضح ہو گیا کہ پیغمبر اسلام کے طریقہ کو ترک کرنا جہنمیوں کا کام ہے ۔ اور حقیقتاً یہاں ایک ہی بات کا ذکر ہے کہ جو طریقہ سرور کائنات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہی مومنوں کا طریقہ ہے، اس کو چھوڑنا پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے، اور یہ جہنمی راستہ ہے۔

وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ (جہنم) بہت ہی بری جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کی مذمت کی ہے ، اوّل ، سید المرسلین محبوب رب العالمین سیّد عالم ہادیٔ سبل ختم رسل محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ حبیب خدا رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے سرتابی دو سرا رسول اللہ کے راستہ سے انحراف کرتے ہوئے دوسرے راستہ کی پیروی ، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین جو احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں ، ان کی حیثیت دین و اسلام کی بنیاد ہے اور اسی بنیاد پر دین کی عمارت تعمیر ہونی چاہئے

رسول اللہ کی ذات ساری مخلوق سے زیادہ وزنی ہے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ عَلِمْتَ اَنَّكَ نَبِیٌّ حَتّٰی اسْتَنْبَئْتَ قَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَتَانِیْ مَلَکَانِ وَاَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَکَّةَ فَوَقَعَ اَحَدُهُمَا عَلَی الْاَرْضِ وَکَانَ الْاٰخَرُ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِهٖ فَوَزَنْتُهٗ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ

یا رسول اللہ ! یہ آپ نے یقینی طور پر کیسے جانا کہ آپ نبی ہیں ، آپ نے فرمایا کہ میں بطحاء مکہ میں تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے ، ایک فرشتہ تو میرے پاس ہی آگیا اور دوسرا زمین اور آسمان کے درمیان رہا ، پہلے فرشتے نے کہا کہ کیا یہ وہی ہیں ، دوسرے نے کہا ہاں ہاں یہ وہی صاحب ہیں ، پہلے نے کہا اچھا ان کا ایک آدمی سے وزن کرو چنانچہ میں اس سے تولا گیا ، تو میں اس ایک آدمی سے بھاری رہا ، پھر اس نے کہا کہ ان کو دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو ، تو میں ان دس آدمیوں کے مقابل

بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ
زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ
فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ
بِأَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ كَأَنِّيْ
أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُوْنَ عَلَيَّ
مِنْ خِفَّةِ الْمِيْزَانِ قَالَ فَقَالَ
أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَوْ وَزَنْتَهُ
بِأُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا.

میں بھاری رہا، پھر اس نے کہا سو آدمیوں
کے مقابل وزن کرو چنانچہ ان پر بھی میں بھاری
نکلا، اس نے کہا کہ ان کو ہزار آدمیوں
کے ساتھ وزن کرو تو میں ان کے مقابل میں
بھی بھاری رہا، پھر اس نے کہا
کہ ان کو ساری امت کے مقابل وزن
کرو، چنانچہ ساری امت کے مقابلہ
میں بھی میرا وزن بھاری نکلا۔

مقام حدیث

حدیث کا مفہوم | سب سے پہلے لفظ حدیث کی کچھ توضیح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ واضح ہو کہ حدیث کا لفظ قدیم کی ضد ہے اور اس کی جمع احادیث آتی ہے، قصوں اور کہانیوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَجَعَلْنَا هُمْ اَحَادِيْثَ   کہ ہم نے ان کو پارینہ قصے بنا دیا۔

قرآن پاک پر بھی حدیث کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا   اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں کون سچا ہو سکتا ہے؟

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات وارشادات پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے، جیسے کہ قرآن کریم میں ہے کہ:

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ؕ   کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ازواج میں سے ایک کو رازدارانہ رنگ میں بات بتائی۔

(التحریم۔۳)

اس وقت ہمارا موضوع سخن وہ اقوال وافعال ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے جنھیں اصطلاح محدثین میں حدیث وسنت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

❖ ❖ ❖

ایک شبہ کا ازالہ قبل اس کے کہ ہم حدیث کی اہمیت وعظمت پر خامہ فرسائی کریں ایک شبہ کا ازالہ کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں وہ یہ کہ حدیث کے متعلق یہ شبہ پیدا کیا گیا ہے کہ یہ ظنی ہے جس سے قطعی اور یقینی علم حاصل نہیں ہوتا۔

ظن کی لغوی تحقیق اس شبہ کا اصل باعث یہ ہے کہ "ظن" کا لفظ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مستعمل ہوتا ہے، اردو زبان میں ظن کا استعمال وہم وگمان اور شک کے معنوں میں ہوتا ہے، مگر عربی زبان میں یہ لفظ کسی قرینے کے بغیر ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔

لغت کے مشہور امام حضرت راغب اصفہانی اس لفظ کی تحقیق میں فرماتے ہیں،

اَلظَّنُّ اِسْمٌ لِمَا يَحْصُلُ عَنْ	ظن اس چیز کا نام ہے جو قرائن وعلامات
اَمَارَةٍ وَمَتٰى قَوِيَتْ اَدَّتْ	سے حاصل ہو اگر وہ قرائن وعلامات قوی
اِلَى الْعِلْمِ وَمَتٰى ضَعُفَتْ	ہوں تو علم ویقین تک پہونچاتے ہیں اور جب
جِدًّا لَمْ يَتَجَاوَزْ حَدَّ التَّوَهُّمِ	یہ قرائن انتہائی کمزور ہوں تو اس وقت بھی ظن،
(مفردات)	توہم سے بڑھ کر نہیں ہوگا۔

اور لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں اس کا مفہوم یہ بیان ہوا ہے کہ :-

اَلظَّنُّ شَكٌّ وَيَقِيْنٌ اِلَّا اَنَّهُ	کہ ظن، شک اور یقین دونوں معنوں میں استعمال
لَيْسَ بِيَقِيْنِ عَيَانٍ اِنَّمَا هُوَ	ہوتا ہے مگر یہ یقین عینی نہیں ہوتا بلکہ استدلالی
تَدَبُّرًا ۔	ہوتا ہے ۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ :

"قرائن قویہ میں ظن کا استعمال اَنَّ اور اَنْ مخففہ کے ساتھ ہوتا ہے

اور قرائن ضعیفہ میں اِنَّ اور ان مخففہ کے ساتھ ہوتا ہے، جو معدوم قول وفعل کے ساتھ مختص ہیں " (مفردات ص۳۱۹)

علم ویقین کے معنوں میں ظن کے استعمال کی مثالیں

۱۔ اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (البقرۃ۔ ۴۶) انھیں یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے۔

۲۔ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ (الحشر۔ ۲) انھیں یقین تھا کہ ان کے قلعے انہیں بچالیں گے۔

۳۔ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ (الفتح ۱۲) بلکہ تمھیں یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس نہیں ہوں گے۔

جس جس جگہ پر ظن کا لفظ حق کے مقابل بیان ہوا ہے وہاں اس کے معنے شک اور وہم کے ہیں، جیسے

ا۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (یونس۔۳۶) ظن حق کے بالمقابل کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

ب۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ (النجم ۲۳) وہ لوگ صرف ظن اور ہوائے نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔

ائمہ حدیث نے احادیث کے متعلق جو ظن کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کا مفہوم یہ نہیں کہ حدیث محض ظنیات کا ذخیرہ ہے اور اس کے اندر علم ویقین کی کوئی بات نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث کی صحت دلائل عقلیہ سے ثابت ہوتی ہے، یہ عینی اور سمعی چیز نہیں۔

مثال کے طور پر ائمہ نے رجال کے احوال اور قرائن سے بحث کر کے عقل و شعور سے حدیث کی صحت کو ثابت کیا ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے آنکھوں سے دیکھا یا کانوں سے سنا جائے، علم کا یہ مرتبہ عینی اور سمعی یقین سے دوسرے مرتبہ پر ہے،

اس کے علاوہ جن چیزوں کو ہم آنکھوں سے دیکھتے یا کانوں سے سنتے ہیں ان کے متعلق ہمیں علم اور یقین تو حاصل ہو جاتا ہے مگر قطعیت وہاں بھی حاصل نہیں ہوتی۔

مثلاً سورج کو ہم دیکھ رہے ہیں مگر قطعیت کے ساتھ ہم اس کے فاصلے کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے، پہاڑ کی بلندی کے متعلق یقینی طور پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے قطعیت کا وجود دنیا میں شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے،

اور باتوں کو جانے دیجئے شریعت کے احکام کو لے لیجئے، محکمہ قضا میں جب کوئی آدمی دعویٰ دائر کرتا ہے اور قاضی مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ دے دیتا ہے تو کیا جو فیصلہ قاضی دیتا ہے وہ بالضرور صحیح ہی ہوتا ہے، یہ بات بالکل ممکن ہے کہ قاضی کا فیصلہ باوجود اس کی دیانت دارانہ کوشش کے واقعہ کے مطابق نہ ہو، خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پاس بعض دفعہ دو آدمی جھگڑا کرتے ہوئے آجاتے ہیں اور ایک آدمی ان میں سے اپنے نقطہ نگاہ کو بڑی اچھی طرح وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں، لیکن میرا یہ فیصلہ حرام کو حلال نہیں کر سکتا، جب خدا تعالیٰ کا رسول اپنے فیصلے کے بارے میں یہ اظہار خیال کرتا ہے تو یقین اور قطعیت کہاں سے آئے گی، لہٰذا احادیث کے ظنی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ان سے جو علم و یقین

حاصل ہوتا ہے وہ استدلالی ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ مشکوک، مظنون اور موہوم کیفیات کا حامل ہوتا ہے،

اب ہم مقام حدیث کے متعلق چند گذارشات پیش کریں گے جن سے معلوم ہوجائے گا کہ تشریعی امور میں حدیث کا مقام کیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے کہ:

اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ	بے شک تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب
اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ	ہے اور ہر راستہ سے بہتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا	کا راستہ ہے اور تمام کاموں میں سے بدترین
وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ	وہ کام ہیں جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے
ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ	جائیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں
(مسلم، ابو داؤد)	لے جانے والی ہے۔

اور آپ کی آخری وصیت امت مسلمہ کو یہ تھی کہ

تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ	کہ میں تم میں دو اہم اور وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں
لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ	جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے
بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ	اور وہ دو چیزیں کیا ہیں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری
	میری سنت،

اس سے قبل ہم بیان کر آئے ہیں کہ حدیث سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول و فعل ہے،

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (المائدۃ-۹۲)
اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے:
وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء-۸۰)
کہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

اس آیت سے یہ امر واضح ہے کہ قول و فعل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اصل میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوتا ہے۔ پھر ایک اور آیت میں فرماتا ہے کہ:۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ (الاحزاب-۲۱)
کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے طلب گار ہیں، ان کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اقتداء میں ملتی ہے یعنی آپ نے جس رنگ میں زندگی گذاری، اس نمونے کے مطابق چلنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے،
واضح ہو کہ آپ کا طرز زندگی بھی حجت ہے اگر حجت نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اسے شرط کیوں قرار دیا جاتا۔

پھر ایک جگہ فرماتا ہے:۔
وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ
کہ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کے سامنے اسے کھول

اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ کر بیان کرے تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں،

(النحل - ۴۴)

اس آیت سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ پیغام الہٰی کو اخذ کر کے لوگوں تک پہونچا دیں بلکہ آپ اس کلام کے مفسر اور مبیّن بھی ہیں ۔

اس کی مزید وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ جب ہم اسے پڑھیں تو تُو اس کی اتباع

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ کر، پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے ۔

(القیامۃ، ۱۸ - ۱۹)

یعنی ہم اس قرآن پاک کی تفسیر آپ کو بذریعہ وحی خفی کے بتائیں گے، یہ بیان وتفسیر آیات قرآنی سے الگ چیز ہوگی کیوں کہ قرآن تو مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ میں آگیا ہے اور اس کی تبیین وتفسیر خدا تعالیٰ کے رسول کے سپرد کی گئی ہے

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ

(الاحزاب-۲۱) ہے ۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال وافعال کی پیروی کے مکلف ہیں اور ہمیں اس سلسلہ میں بلا چوں وچرا آپ کی اقتداء کرنی چاہئے

اس کی مزید وضاحت قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا ہم نے رسول کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ

لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (النساء ۔۔۔)   اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے ۔

کیوں کہ ابتدائے آفرینش سے ہمارا یہ اصول چلا آرہا ہے کہ ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کا مقصد یہی تھا کہ لوگ حکم الٰہی سے اس کی اطاعت و پیروی کریں ۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغام رساں ہی نہیں بلکہ آپ کا منصب مفسر اور مبین کا بھی ہے اور آپ اپنے پیروکاروں کے لئے ایک نیک نمونہ ہیں اُسی نمونہ کی اقتداء سے خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے ۔

اس بات کو زیادہ مؤکد رنگ میں اس آیت میں بیان کیا گیا ہے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى	تیرے رب کی قسم اس وقت تک لوگ مومن
يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ	نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپس کے باہمی
لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا	جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں اور آپ کے
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا	فیصلے کو بشاشت قلبی سے تسلیم نہ کریں ۔

(النساء ۔ ۶۵)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص تمام دینی اور دنیاوی امور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانتا اور آپ کے فیصلے کو بسر و چشم قبول نہیں کرتا وہ مومن ہی نہیں ہو سکتا ۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فعلی روش بھی قابل اتباع اور حجت شرعیہ ہے ، اور اس کا مقام قرآن کریم کے بعد ہے اور اس سے بے اعتنائی اور بے رغبتی کرنے والا انسان ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا احادیث نبویہ کو اس نقطۂ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ ایک ظنی چیز ہے ظن کا لفظ محدثین نے وہم اور شک کے معنوں میں استعمال نہیں کیا بلکہ ان معنوں میں

کیا ہے کہ اس کی صحت استدلالی طور پر ثابت ہے۔

ضرورت حدیث اب ہم اس بات کی توضیح کرتے ہیں کہ حدیث کے بغیر قرآن کریم کے شرعی احکام اور دیگر امور کا صحیح فہم حاصل ہی نہیں ہو سکتا اور جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی حقیقت واضح نہ فرمائیں، ہزار ٹانگ ٹوئیاں مارنے کے باوجود انسان کچھ حاصل نہیں کر پاتا۔

مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ——— نماز قائم کرو۔

مگر سارے قرآن میں یہ بات کہیں نہیں بیان ہوئی کہ نماز کیسے ادا کی جائے، نہ رکعات کا ذکر ہے اور نہ ارکان کا، نہ قومے، جلسے اور تشہد کا، ان سب امور کا علم حضور علیہ السلام کی حدیث سے ملتا ہے۔

دوسرا مسئلہ زکوٰۃ کا ہے جو اسلام کا عظیم الشان رکن ہے، مگر اس کی تفصیلات کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود نہیں کہ زکوٰۃ کتنے مال پر واجب ہوتی ہے، سونے، چاندی، بھیڑ، بکری، اور گائے بیل کی زکوٰۃ کیا ہے، اس کی تمام تفاصیل حدیث نبوی میں ہی ملتی ہیں۔

شرعی احکام کے علاوہ بعض دیگر امور بھی ایسے ہیں، جب تک حضور علیہ السلام ان کی نقاب کشائی نہ فرمائیں، پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ وہ کیا تھے، مثلاً جنگ بدر کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ	اور اللہ تعالیٰ تم کو دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ کرتا ہے کہ تم ان پر فتحیاب ہوگے اور تمہاری منشا یہ تھی کہ تم

لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ ؕ (الانفال - ۷)

بے ہتھیار گروہ پر غالب آؤ. اور خدا تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنے حکم سے غالب کرے، اور کفار کی جڑ کاٹ دے -

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک گروہ پر فتحیاب ہوں گے مگر اس وعدہ کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں پایا جاتا ، سوال یہ ہے کہ یہ وعدہ کس جگہ ہوا تھا اور اس کا ذکر کس مقام پر ہے، جس سے اس بات کا علم ہو سکے کہ مسلمان اس طرح اس گروہ پر غلبہ حاصل کریں گے -

اب یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ بات ہی غلط ہے (معاذ اللہ) ایسی بات تو کسی مسلمان کے منہ سے نہیں نکل سکتی دوسرے یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو وعدہ دیا ہوگا، جس کو خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ قرار دیا ہے، اب اگر منکرین حدیث کے قول کے مطابق یہ بات کہی جائے کہ حضور علیہ السلام کا ذریعہ علم صرف قرآن پاک ہی تھا تو وہ بتائیں کہ اس وعدہ کا ذکر کس جگہ پر ہے ، صاف ظاہر ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ بھی، حضور علیہ السلام کا ذریعۂ علم تھا جسے ہم حدیث یا وحی خفی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ کو ایک راز کی بات بتائی پھر اس نے وہ بات ظاہر کردی اور خدا تعالیٰ

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (التحریم ـ ۳)	نے اپنے نبی کو اس سے مطلع کر دیا تو نبی نے بات کا کچھ حصہ بیوی کو بتایا اور کچھ حصہ بتانے سے اعراض کیا، اور جب نبی نے بیوی سے بتایا کہ اس نے راز کو ظاہر کر دیا ہے تو اس نے کہا آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے تو آپ نے فرمایا، مجھے علیم و خبیر خدا نے بتایا ہے ۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جس بات کے متعلق حضور علیہ السلام کی بیوی نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے اس بات کا تذکرہ قرآن مجید میں کہیں موجود نہیں، لیکن حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے وہ بات علیم و خبیر خدا نے بتائی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کو خدا تعالیٰ سے علم حاصل کرنے کے دو ذریعے حاصل تھے، ایک قرآن مجید، دوسرا غیر قرآن، اس دوسرے ذریعے سے حضور علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع کروائی گئی تھی اس دوسرے ذریعے کو ہمارے یہاں حدیث کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔

چنانچہ حدیث کی ضرورت ظاہر و باہر ہے، اس کے بغیر کوئی انسان قرآن پاک کا صحیح علم حاصل کر ہی نہیں سکتا ۔

فثبت المدعیٰ واندفع الشك

حقیقی اہل سنت کون ہیں ؟

سب سے پہلے اس امر کا جاننا ضروری ہے کہ سنت کا مفہوم کیا ہے ۔ اہل اسلام کے یہاں سنت اس طریق کار کا نام ہے جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملی زندگی میں اختیار فرمایا ۔ اور جو لوگ آپ کے طریق کار کو اپناتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں انہیں اہل سنت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ اب اگر کوئی شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ کے خلاف کسی دوسرے شخص کی بات کو مانتا اور اس کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے تو وہ اہل سنت کہلانے کا استحقاق نہیں رکھتا کیونکہ اس نے اس طریق کو ترک کر دیا ہے ، جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا ۔ ذیل میں ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ حقیقی اہل سنت کون ہیں ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

قِيْلَ وَمَنْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ ،

(الملل والنحل مطبوعہ مصر)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ہمیں بتائیے کہ اہل سنت والجماعت کون لوگ ہیں ؟ فرمایا وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پہ چلتے ہیں ۔

حق کو کثرت کے پیمانے سے نہیں ناپا جاتا

شیرِ خدا، دامادِ مصطفےٰ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اہل سنت کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

اَلْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا سَنَّہٗ اللّٰہُ لَھُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَاِنْ قَلُّوْا (کنز العمال برحاشیہ مسند احمد)

کہ اہل سنت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھاما ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہی ہوں۔

اس ارشادِ گرامی سے یہ بات بڑی وضاحت سے ثابت ہے کہ اہل سنت وہ لوگ ہیں جو کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی گذارتے ہیں اور کتاب و سنت کے مطابق زندگی گذارنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا اس کی تصدیق حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے۔

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَ سُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ (مؤطا امام مالک)

اے میرے پیروکارو! میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کا دامن مضبوطی سے تھامے رہوگے، ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ دو چیزیں کیا ہیں۔ ایک کتاب الٰہی اور دوسری سنت رسول۔

چنانچہ کتاب وسنت پر عمل کرنے والی جماعت کو خدا کا رسول گمراہی سے نجات یافتہ جماعت قرار دیتا ہے۔ لہٰذا جماعت اہل حدیث اس لحاظ سے خوش قسمت جماعت ہے کہ اس کا اوڑھنا بچھونا صرف کتاب الٰہی اور سنت نبوی ہے اور یہی وہ جماعت ہے جو خدا کے رسول کے فرمان کے مقابل، کسی بڑے

سے بڑے آدمی کے قول کو قابل حجت نہیں سمجھتی ۔

اس بات کی مزید تصدیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس مشہور حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اور ایک جماعت کے سوا سب فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ناجی فرقہ کون سا ہے، فرمایا:

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ ناجی فرقہ وہ ہوگا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلے گا ۔

(مشکوٰۃ شریف)

معلوم ہوا کہ نجات پانے والی جماعت صرف اور صرف حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے طریق پر عمل کرنے والی ہوگی، اور کسی دوسرے آدمی کی تقلید کا جوا اس کی گردن میں نہیں ہوگا، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جماعت اہل حدیث ہی اس کی مصداق قرار پاتی ہے

تاریخ وحدیث کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سنہ ۱۱ھ میں ہوئی ۔

اور آپ کے آخری صحابی حضرت ابو الطفیل سنہ ۱۱۰ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے اس لحاظ سے صحابہؓ کا زمانہ سنہ ۱۱۰ھ تک ہوا، اور فتح الباری سے تابعین کا زمانہ سنہ ۱۸۰ھ تک اور تبع تابعین کا دور سنہ ۲۲۰ھ تک ثابت ہوتا ہے، لہٰذا قرون ثلاثہ کی مدت سنہ ۲۲۰ھ تک ہوئی یہ وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر ہونے کی گواہی دی ہے، اس پورے دور میں تمام لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریق کو ہی اختیار کئے ہوئے تھے،

کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا مقلد نہ تھا، اور یہ سب لوگ اہل سنت والجماعت کہلاتے تھے۔ ائمہ اربعہ بھی انھیں پاک وجودوں کے پیروکار تھے، اور کتاب وسنت کے پابند تھے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو ارشادات بھی نقل کر دیئے جائیں جن سے معلوم ہوگا کہ ان کے دل میں حدیث رسول کا کس قدر احترام تھا۔ اور وہ حضور کے قول کے مقابلہ میں کسی بات کو پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اہل حدیث ہونے کا اعلان

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللهِ — حدیث رسول کے سامنے میرے قول کو چھوڑ دو۔

(میزان شعرانی)

مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس میرا کوئی قول موجود ہو اور تم اس کے مطابق عمل کر رہے ہو کہ تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور حدیث رسول پر عمل شروع کر دو۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل میرے قول کو دیوار پر دے مارو یعنی اس پر عمل نہ کرو بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرو۔ آپ کا یہ قول ان لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو حدیث رسول کی موجودگی میں دوسرے لوگوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں، نیز اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عامل بالحدیث تھے۔

ایک مقام پر اپنے اہل حدیث ہونے کا کس شاندار طریق سے اظہار فرماتے ہیں،
اذا صح الحدیث فھومذھبی کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے ۔
(کتاب شامی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا میرا مذہب ہے، چنانچہ ثابت ہوا کہ آپ حدیث رسول کے سچے پیروکار تھے۔
حضرت سفیان بن عیینہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اہل حدیث کس نے بنایا ہے، فرمانے لگے مجھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اہل حدیث بنایا ہے (حدائق الحنفیہ)
اب آخر میں ہم محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کرتے ہیں جس میں آپ نے اہل السنت کی تعریف فرمائی ہے ۔
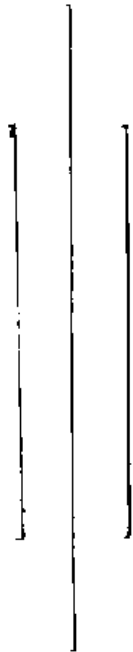
جماعت اہل حدیث کو برا کہنے والے زندیق ہیں!

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا قیمتی فتویٰ

یا ابا عبد اللہ ذکروا لابن ابی قتیلۃ بمکۃ اصحاب الحدیث فقال اصحاب الحدیث قوم سوء فقام ابو عبد اللہ وھو ینفض ثوبہ فقال زندیق زندیق زندیق (طبقات حنابلہ ص۱۰۱)	اے ابو عبد اللہ لوگوں نے ابن ابی قتیلہ کے پاس مکہ میں اہل حدیث کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ اہل حدیث بُرے لوگ ہیں (ناراضگی میں) ابو عبد اللہ اپنے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے اور فرماتے تھے کہ یہ شخص بے ایمان ہے، بے ایمان ہے، بے ایمان ہے۔

مسلمان بھائیو اور بزرگو! یاد رہے کہ زندیق اس کو کہتے ہیں جو در پردہ کافر ہو، اور ظاہری طور پر مسلمان ہو گویا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ اربعہؒ میں سے ایک مشہور جلیل القدر امام ہیں اور جنہوں نے مسند احمد حدیث پاک کی کتاب بھی تدوین کی ہے، انہوں نے اہل حدیث کی برائی کرنے والوں، گالیاں نکالنے والوں بلکہ غیبت کرنے والوں کے بارے میں زندیق کا فتویٰ دیا۔ پھر ایک دفعہ نہیں، تین دفعہ فرما کر اپنے فتویٰ میں بے حد زور پیدا کر دیا تاکہ قیامت کی صبح تک شک و شبہ باقی نہ رہے اور حدیث اور اہل حدیث کی قدر و منزلت ہر مسلمان کے دل میں اجاگر رہے۔

☆ ☆ ☆

محبوب سبحانی حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

فَالسُّنَّةُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو کہتے ہیں اور جماعت صحابہ کے متفق ہونے کو کہتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

معلوم ہوا کہ اہل السنۃ والجماعت وہ لوگ ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے متفقہ طریق کار پر عمل پیرا ہیں: پھر فرماتے ہیں:۔

فَاَهْلُ السُّنَّةِ طَائِفَةٌ وَاحِدَةٌ وَ هُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ (غنیۃ الطالبین)

چنانچہ اہل سنت ایک ہی گروہ ہے، اور وہ اہل حدیث ہے۔

یعنی حدیث رسول کے مطابق عمل کرنے والے ہی اصل میں اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، چنانچہ اہل حدیث جماعت ہی حقیقی معنوں میں اہل سنت ہے باقی جو لوگ حدیث رسول کو ترک کر کے دوسروں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں وہ اہل سنت کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

اس دور کی یہ ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ محبوب سبحانی حضرت سید عبد القادر جیلانی کے نام کی گیارہویں کھانے والے حضرات ان کے نام کی گیارہویں تو بغیر ڈکار لئے ہضم کر جاتے ہیں مگر آپ کے ارشادات کو ماننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے، ہم سید موصوف کے تمام پیروکاروں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اہل حدیث جماعت کو ان کے فرمان کے مطابق اہل سنت تسلیم کر لیں، اور یہ سب سے بڑی ایک حقیقت، اور حقیقت کو تسلیم کرنا ہی عقل مندی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے اہل بدعت کی پہچان

عَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدَعِ عَلَامَاتٌ — اور یاد رکھو کہ بدعتیوں کی نشانیاں ہیں
يُعْرَفُوْنَ بِهَا (غنیۃ الطالبین) — جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدعتیوں کی کئی نشانیاں ہیں، ان میں سے ایک نشانی یہ بتاتے ہیں :۔

عَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ — بدعتیوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہل حدیث
الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ (غنیۃ الطالبین) — کی بدگوئی کرتے ہیں۔

سید موصوف رحؒ سے سوال کیا گیا :۔

مَا اِمَارَةُ اَهْلِ الْبِدَعِ ؟ — کہ بدعتی کی نشانی کیا ہے ؟

تو جواب میں پیر عبدالقادر جیلانی رحؒ نے فرمایا :۔

اَلْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ — اہل حدیث کو برا جاننا بدعتیوں کی نشانی ہے۔

یہ عبارت پیر صاحب نے العقیدہ الصابونیہ سے نقل کی ہے وہ تفسیر جامع البیان کے حاشیے پر مرقوم ہے، جامع البیان ص ۳۰۸ اسنادہ احمد حسن سے روایت ہے :

كُنْتُ فِيْ مَجْلِسِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَؒ — یعنی میں احمد بن حنبل رحؒ کی مجلس میں تھا،

اس جگہ ایک آدمی نے بیان کیا کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص بنام قتیلہ آیا ہے :۔

وَهُوَ يَزْعَمُ اَهْلَ الْحَدِيْثِ قَوْمٌ سُوْءٌ — اور وہ اہل حدیث کو بری قوم خیال کرتا ہے، چنانچہ احمد
فَجَعَلَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَنْفُضُ ثَوْبَهٗ وَ — بن حنبل رحؒ اپنے کپڑوں کو جھاڑنے لگے اور (شدید غصہ
قَالَ زِنْدِيْقٌ زِنْدِيْقٌ زِنْدِيْقٌ۔ — کی حالت میں) کہنے لگے، وہ (قتیلہ) زندیق ہے زندیق زندیق ہے۔

یاد رہے کہ زندیق اس کو کہتے ہیں جو در پردہ کافر ہو اور ظاہری طور پر مسلمان منافق ہو۔

خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم اور آداب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کا ایک واقعہ

احادیث میں یہ واقعہ موجود ہے جو سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ ایک روز سرور کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے کسی جھگڑے کے تصفیہ کے لئے مقام قبا میں تشریف لے گئے تو آپ کی واپسی سے پہلے نماز کا وقت ہو گیا، سیدنا حضرت بلال رضؓ نے اذان دی اور بعد میں سیدنا حضرت ابوبکر رضؓ سے عرض کیا کہ آپ رضؓ نماز پڑھائیں کیونکہ سرور کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت یہ فرمایا تھا کہ اگر میں نماز کے وقت حاضر نہ ہو سکوں تو ابوبکر رضؓ امامت فرمائیں چنانچہ حضرت بلال رضؓ نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضؓ نے نماز پڑھانی شروع کر دی۔

آپ رضؓ نماز میں اس قدر مستغرق ہوتے تھے، گویا کہ فانی دنیا سے مکمل طور پر کٹ چکے ہیں، کچھ دیر کے بعد آفتاب رسالت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صفوں میں سے ہوتے ہوئے پہلی صف میں پہونچ گئے تو صحابہ کرام رضؓ نے تالیاں بجا کر حضرت ابو بکر رضؓ کو متوجہ کیا، جب حضرت ابو بکر رضؓ نے رہبر اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے دیکھا تو سید الرسل خیر البشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ابوبکر رضؓ کو کھڑے رہنے کا حکم فرمایا، مگر حضرت ابو بکر رضؓ پیچھے ہٹ گئے اور سرور دو عالم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے

یہ فرمایا کہ نماز میں کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو تالیاں نہ بجایا کرو بلکہ تسبیح پڑھا کرو اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ہم کلام ہوئے اور یہ الفاظ فرمائے کہ :

يَا اَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِاِبْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اے ابوبکرؓ تجھے کس چیز نے روکا تھا اس بات سے تو کہ اپنی جگہ پر ثابت رہتا جبکہ میں نے تجھے حکم دے دیا تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے یہ بات شایان شان نہیں کہ وہ خدا کے پیارے پیغمبرؐ کے ہوتے ہوئے خود مصلے پر کھڑا رہے'

(بخاری جلد اول کتاب الاذان صفحہ ۹۴)

مذکورہ بالا واقعہ سے صدیق اکبرؓ کے ادب رسول اللہ کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے' اسی طرح مقام حدیبیہ میں جب عروہ بن مسعودؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا تو دوران گفتگو اس نے اپنا دبدبہ بتانے کے لئے یہ الفاظ کہے ۔

اِنِّيْ لَاَرٰى اَشْوَابًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْقًا اَنْ يَّفِرُّوْا عَنْكَ وَيَدَعُوْكَ

تیرے ان ساتھیوں کا اجتماع جو میں تیرے پاس دیکھ رہا ہوں یہ لوگ جنگ کے وقت بھاگ جائیں گے، اور تجھے تنہا چھوڑ جائیں گے ۔

تو حضرت ابوبکرؓ کو عروہ کی اس بات پر غصہ آیا اور یہ الفاظ غصہ میں فرمائے

اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ اِنْ نَحْنُ اَنْ نَفِرَّ عَنْهُ وَنَدَعُهٗ

تم اپنے معبود باطل لات کی شرمگاہ کو چوس باقی ہم ہرگز ایسے نہیں کہ پیغمبرؐ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں اور ان کو چھوڑ دیں ،

سرورِ کائنات ﷺ کی ہجرت اور صدیق اکبرؓ کا ایثار

کفارِ مکہ کے مظالم سے تنگ آکر بہت سے صحابہؓ مکہ سے ہجرت کر چکے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوبکرؓ! جلدی نہ کرو، شاید اس سفر کے لئے کوئی بہتر ساتھی مل جائے۔

مکہ کی سرزمین کو دین کی فصل کے لئے بنجر پا کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا قصد فرمایا تو ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ ہجرت کی تیاری کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سفرِ ہجرت کے اہتمام اور تیاری کی سعادت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھرانے کے لئے مقدر فرما دی تھی، حضرت ابوبکرؓ نے کئی مہینے پہلے سے دو اونٹنیوں کو "ببول" کی سبز و ملائم پتیاں کھلا کھلا کر فربہ اور تیار کر رکھا تھا، وہ اس مقدس سفر میں کام آئیں، حضرت ابوبکرؓ تین دن تک غارِ ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقیم رہے، آپؓ کے آزاد کردہ غلام عامرؓ رات کے اندھیرے میں بکریاں لے کر غارِ ثور آتے، اس طرح تین دن بکریوں کے دودھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے رفیق، یارِ غار ابوبکرؓ نے گزارا کیا، حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ساری پونجی اس سفر میں ساتھ لے لی تھی کہ نہ جانے راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ضرورت پیش آجائے، یہ سفر بڑے خطرے اور جان جوکھوں کا سفر تھا، آپؓ کے والد نابینا تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے ابوبکرؓ ہجرت کر گئے تو انھوں نے پوتیوں سے کہا کہ ابوبکرؓ

سارا مال و متاع ساتھ لے گیا ہوگا، ہمارے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو گا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اسماءؓ نے اپنے دادا کو اس جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا، جہاں حضرت ابوبکرؓ اپنا مال رکھتے تھے اور درہم و دینار کی جگہ چند چھوٹے چھوٹے پتھر رکھ دیئے اور پھر اپنے دادا سے کہا کہ آپ خود چھو کر دیکھ لیں، وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ اللہ! کیا عشق رسولؐ اور دینی اخلاص تھا کہ اولاد کی نگہبانی اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دی اور ساری پونجی حضورؐ کی خدمت کے لئے سفر میں ساتھ رکھی۔

غزوہ تبوک میں امام القبلتین رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت کی ضرورت پڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر فاروقؓ کیا کچھ گھر میں چھوڑ آئے ہو اور کیا کچھ لائے ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا آدھا مال اہل و عیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں، اور باقی آدھا دربار نبوت میں لے آیا ہوں، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مال لے کر دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ اہل و عیال کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ تو صدیق اکبرؓ نے عرض کی اہل و عیال کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ میں کافروں سے جو لڑائیاں ہوئیں، ان سب میں حضرت ابوبکرؓ نے شرکت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت رفاقت اور محبت کا ثبوت دیا، غزوۂ بدر میں تو ایسا ہوا کہ مسلمانوں کی فوج میں حضرت ابوبکرؓ شامل تھے اور کفار کی طرف سے آپؓ کا بیٹا جو اب تک مسلمان نہ ہوا تھا لڑ رہا تھا، اس واقعے کے بعد جب وہ مسلمان نوجوان ہوگیا تو اس نے کہا کہ ابا جان! جنگ بدر میں آپ دو تین بار میری تلوار کی زد میں آگئے تھے، لیکن میں نے تلوار روک لی کہ آپ میرے باپ ہیں۔" اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "خدا کی قسم!

تو اگر میری تلوار کی زد میں ایک دفعہ بھی آجاتا تو تجھے قتل کرنے سے گریز نہ کرتا "
یہ تھا ایمان اور اسلام کا وہ گہرا نقش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ صحبت کہ ہر دشمن کو اپنا ذاتی دشمن سمجھتے، خواہ وہ ان کی اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو، واقعہ بھی یہ ہے کہ اسلام کے رشتے کے آگے اور تمام رشتے ہیچ ہیں،

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوبکر صدیق رض کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور جاں نثاری کے متعلق فرمایا ہے ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

خلیفہ ثانی حضرت عمر رض اور آدابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ طبیعت میں جلال رکھتے تھے مگر ان کا جلال اور جمال سب خدا کو پسند تھا اس لئے جب صلح حدیبیہ کا موقعہ آیا تو سردارانِ قریش سہیل بن عمرو رض کو اپنا امیر بنا کر صلح کے لئے سرورِ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کی سخت شرطیں پیش کیں تو آفتابِ رسالت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرطوں کو قبول کر لیا۔

تو حضرت عمر رض کو حیرت ہوئی کہ ہم حق پر ہیں پھر یہ شرطیں قبول کیوں کریں تو کھڑے ہو کر رہبرِ اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا ہم حق پر نہیں ؟ اور کیا ہم میں سے جو جنگ میں شہید ہو جائے وہ بہشتی اور کافر جہنمی نہیں؟ اور کیا آپ اللہ کے رسول برحق نہیں ؟ اور کیا اللہ نے فتح مکہ کی جو بشارت آپ کو خواب میں دی ہے کیا وہ حق نہیں ؟ سب سوالوں کے جواب میں حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ تیری سب باتیں حق ہیں، مگر میں اللہ کا آخر الزماں پیغمبر ہوں، اللہ مجھے ہرگز نقصان نہیں پہونچائے گا، میرا محافظ خود رب العالمین ہے۔

حضرت عمر سکون قلب کی خاطر حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی باتیں دہرائیں تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی فرمایا کہ حضور اکرمؐ اللہ کے پیارے رسول ہیں اس لئے وہ جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں، وہ بالکل درست ہے وہ اللہ کی وحی کے ماتحت ایسا کر رہے ہوں گے،

چنانچہ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے اس جواب سے اور زیادہ اطمینان ہوگیا، اور خود حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے جواب کے بعد یہ سمجھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی ضرور نازل ہوچکی ہے یا جلدی نازل ہو گی،

چنانچہ صلح کے اختتام کے بعد ہی جلدی اللہ تعالیٰ نے سورۂ الفتح نازل فرمائی اور اس میں اللہ نے بتایا کہ تمہاری یہ صلح ہی تمہاری فتح ہے، چنانچہ دو سال بعد ایسا ہی ہوا، مگر حضرت عمرؓ اپنے سوالات پر جو پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں افہام وتفہیم کے لئے کئے تھے، اس قدر نادم ہوئے کہ بعد میں فرمایا کرتے تھے، ہوسکتا ہے کہ میں نے یہ سوالات کر کے سید العالمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہیں بے ادبی نہ کی ہو، اور اسی کی تلافی کے لئے میں نے متعدد غلام بھی راہ خدا میں آزاد کئے اور نفلی نمازیں بھی پڑھیں اور کچھ نفلی روزے بھی رکھے یہاں تک کہ فرمایا:۔

عَمِلْتُ لَهَا اَعْمَالًا — یعنی میں نے ان باتوں کی تلافی کے لئے متعدد نیک اعمال انجام دیئے۔

(بخاری جلد اول کتاب الشروط ص۳۸۰)

و (مسلم جلد دوم کتاب المغازی ص۱۰۴)

÷

اس سے آپ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ادب رسول اللہ کا اندازہ کریں کہ صرف پیارے پیغمبر ؐ سے استفسار بطور تفہیم کو بھی بے ادبی خیال کیا اور اس کی معافی کے لئے متعدد اعمال صالحہ انجام دیتے رہے کہ کہیں محبوب خدا سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی نہ ہوگئی ہو، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان باتوں پر ناراض نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے جذبۂ ایمانی پر خوشی کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور جناب فاروق اعظم کے جلال کو بطور مدح بیان فرماتے تھے، جیسے علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد تاریخی حوالوں سے اس کا خوب ذکر کیا ہے۔ (سیرت نبویہ جلد اوّل ص ۵۵۰)

خلیفۂ ثالث سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آدابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کی سفارت ناکام ہوگئی، تو سرور کونین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم قریش کے پاس سفیر بن کر جاؤ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے جانے سے تو انکار نہیں مگر مکہ شہر میں نہ کوئی میرا رشتہ دار ہے اور نہ کوئی دوست اس لئے میرے جانے سے معاملہ مزید نہ بگڑ جائے۔ اور مناسب نتیجہ نہ نکلے، بہتر ہوگا کہ آپ ؐ حضرت عثمان ابن عفان کو بھیجیں کیونکہ قریش میں ان کے رشتہ دار موجود ہیں، اس لئے ان کو بھیج دو، چنانچہ سید الرسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اَبان بن سعید کے گھر ٹھہرے اور قریش کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہونچایا تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس نہ آنے دیا، اور روک لیا اور اپنی طرف سے عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر خیر البشر حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو عروہ گفتگو کے بعد واپس مکہ پہونچ گیا لیکن اسی دوران صحابہؓ تک یہ غلط اطلاع مشہور ہوگئی کہ قریش مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے، اس افواہ پر صحابہؓ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ اور اس کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے صحابہؓ سے بیعت رضوان لی۔

یعنی اس بات کی بیعت کہ لڑکر یا جان قربان کردیں گے اور یا فتح پائیں گے اس موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت اللہ کے یہاں بہت بڑا درجہ رکھتی ہے۔ میں اس بیعت میں حضرت عثمانؓ کو شریک کرتا ہوں، نچلا ہاتھ عثمانؓ کا ہے اور بالائی ہاتھ میرا ہے۔

جب یہ رات گذری تو صبح کے وقت قریشی سردار سہیل بن عمرو کی قیادت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ہمراہ حضرت عثمانؓ کو بھی لے آئے حضور اکرم اور صحابہ کو بڑی خوشی ہوئی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں پھر اس کے بعد صلح حدیبیہ کا معاملہ پیش آیا، اس دوران قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب قریشی سرداروں نے حضرت عثمانؓ کو واپسی سے روک لیا تھا۔ تو اس دوران ان لوگوں نے رشتہ داری کی وجہ سے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ہم محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو اس سال عمرہ کی اجازت نہ دیں گے۔ لیکن آپؓ عمرہ کر سکتے ہیں، تو حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں قطعاً یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میں خود تو عمرہ کروں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ نہ کر سکیں۔ کیوں کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہے، آپؓ نے یہاں تک فرمایا کہ

مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ   یعنی میں ایسا نہیں کہ طوافِ عمرہ کروں یہاں تک کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ (بخاری جلد اوّل کتاب الشروط صفحہ ۳۸) (سیرت نبوی جلد اول صفحہ ۴۵۶) — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف عمرہ کریں گے۔

اس واقعہ جلیلہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ادب رسول کا اندازہ ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر آپ رضی اللہ عنہ عبادت کرنا بھی بے ادبی سمجھتے تھے۔

خلیفہ رابع سیدنا حضرت علی اور ادب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

اسی مقام حدیبیہ کے موقع پر جب رہبر کامل محسن اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے مصالحت کرنی بہتر سمجھی اور شرائط صلح زبانی طے ہوچکیں تو اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ تحریر کرنے کے لئے حکم ارشاد فرمایا، سب سے پہلے جب شفیع المذنبین سید العالمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تحریر کرنے کا حکم دیا تو سہیل ابن عمرو نے کہا کہ ہم تمہاری بسم اللہ کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے اپنی بسم اللہ کے بجائے بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ تحریر کریں تو رہبر کامل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کلمات تحریر کرا دیئے اس کے بعد سید العرب والعجم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کلمات لکھوائے کہ

هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَصَنَادِیْدُ قُرَیْشٍ — یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے سرداروں نے صلح کرلی ہے۔

تو سہیل بن عمرو نے چلا کر کہا کہ ہم آپ کو رسول اللہ تسلیم نہیں کرتے، اس لئے اس دستاویز میں صرف محمد بن عبداللہ تحریر کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ اگر تسلیم کرلیا پھر تمام جھگڑے ختم ہوگئے تو حضور اکرم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاکْتُبْ   رسول اللہ کے کلمہ کو کاٹ دے ،
ابن عبد اللّٰہِ ط   اور اس جگہ ابن عبد اللہ تحریر کر ۔

توحضرت علیؓ نے جواب میں عرض کیا کہ
مَاکَانَ لِابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ   یعنی ابن ابی طالب کو یہ بات زیب نہیں
اَنْ یَّمْحُوَ اِسْمَكَ ۔   دیتی کہ آپؐ کے اسم گرامی کو مٹا دے ،
میں خود تو دنیا سے مٹنا برداشت کرسکتا ہوں لیکن نام محمدؐ کو میں قطعاً نہیں مٹا سکتا ،
تو اس کے بعد رہبر کائنات حضور اکرمؐ نے سہیل بن عمروؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو رسول اللہ کے لفظ پر انگلی رکھ کہ کہاں ہے؟ جب اس نے انگلی رکھ کر بتایا تو حضور اکرمؐ نے اپنے دست مبارک میں قلم لے کر خود رسولؐ اللہ کے لفظ کو کاٹ دیا اور پھر سیدنا حضرت علی سے فرمایا کہ اس کی جگہ ابن عبد اللہ تحریر کرو ۔ تو حضرت علیؓ نے یہی الفاظ تحریر کر دیئے ۔ (بخاری جلد اول کتاب الشروط صـ۳۸۰)
مسلم جلد دوم صـ۱۰۴) سیرت نبویؐ جلد اول صـ۴۵۷)

اس واقعہ سے سیدنا حضرت علیؓ کے جذبہ ایمان اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس قدر احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند تھے کہ اپنے ہاتھ سے کلمۂ رسول اللہ کو مٹانے کے لئے بھی آمادہ نہ ہوئے کیوں کہ اسی کلمہ پر ان کا ایمان تھا ، اسی کی وجہ سے وہ خاتم الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے ،

خلفاء راشدینؓ کے ادب رسولؐ اللہ کا مختصر نمونہ یہ ہے ، ہر مسلمان کو چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کی طرح ادب کرے نہ کہ اپنی خواہشات نفس کے تحت اور یہی مسلک اہل حدیث ہے ۔

دیگر پروانگان شمع نبوت

اور

آدابِ رسالتؐ کا روح پرور منظر

عام طور پر ہمارے حنفی بریلوی حضرات اہل حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ سید الرسل سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب ہیں، اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں کرتے، حالاں کہ ان لوگوں کے ادب رسول اللہؐ کا یہ حال ہے کہ یہ لوگ عشق نبوتؐ اور ادب پیغمبرؐ کے ظاہری دعوے بہت کرتے ہیں اور ان کی حقیقت صرف یہ ہے کہ قوالی کی محفلیں منعقد کر کے ان میں گانا بجانا اپنا عشقِ رسولؐ سمجھتے ہیں اور قوالیوں کے اندر پیغمبرؐ کی شان میں ایسے نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں، جو اپنے والدین اساتذہ اور پیروں کے متعلق استعمال کریں تو وہ ان کو گستاخ کہیں کیوں کہ یہ لوگ اپنی قوالیوں میں پیغمبرؐ کی زلفوں، رخساروں اور چہرہ کی تعریف کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے عشقِ رسالتؐ کا حق ادا کر دیا ہے، حالاں کہ کوئی بھی اپنے باپ ماں استاد اور پیر کے رخساروں، چہرے، زلفوں، اور لباس کی تعریف نہیں کرتا، اور اگر کوئی ایسا کرے تو سب عقل منداس کو گستاخ قرار دیں، مگر جب سید المرسلین امام الانبیاء ہر سبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اسی قسم کے کلمات استعمال کرتے ہیں، اور سنتِ رسولؐ کے پابند اہل حدیث ان کو روکتے ہیں تو یہ ان کو بے ادب

کہتے ہیں ۔ اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اسی طرح کرنا چاہئے ۔ جس طرح صحابہؓ کرام کیا کرتے تھے ۔ کیوں کہ اصحاب رسولؐ سے زیادہ محبّ رسولؐ نہ کوئی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے ، صحابہ کرام رضؓ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض یافتہ تھے ، اور اللہ نے ان کو ازل سے ہی پیغمبرؐ کی رفاقت اور متابعت کے لئے منتخب کر لیا تھا ، اس لئے صحابہ کرام رضؓ سب امت سے زیادہ مقام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننے اور ماننے والے تھے ، اور سب سے زیادہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے اور سب سے زیادہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنے والے تھے ، اسی لئے انہوں نے اپنے رشتے داروں اور دوستوں کو بھی پیغمبرؐ کی خاطر اپنا دشمن بنا لیا ، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنا ملک گھر بار سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ اپنی قیمتی جانیں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر نچھاور کر کے دکھا دیں اور دنیا کی سب مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں مگر پیغمبرؐ کا دامن نہ چھوڑا ، اس وجہ سے جماعت اہل حدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اسی طرح کرنا چاہئے جس طرح صحابہ کرام رضؓ کیا کرتے تھے ، اور صحابہ کرام رضؓ کے آداب رسولؐ کتب احادیث میں محفوظ ہیں ، ہم ذیل میں اپنے حنفی بھائیوں کی ہدایت کی خاطر صحابہ کرام رضؓ کے ادب رسولؐ کے چند واقعات پیش کرتے ہیں ورنہ یہ ادب واحترام مصطفےٰؐ کا مضمون نہایت طویل اور روح پرور ہے ۔

اصحاب رسول کا احترام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرامؓ کے ادب رسالت کا جلوہ معلوم کرنا ہو تو عروہ بن مسعود ثقفی کی زبانی جو کچھ حدیثوں میں ذکر ہے، اس کو ملاحظہ کریں، یہ عروہ بن مسعود فتح مکہ سے پہلے کافر تھے اور اسی زمانہ ۶ھ میں مقام حدیبیہ کے اندر مکہ کے سرداروں ابوسفیان وغیرہ کی طرف سے سفیر بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے گئے اور اس وقت رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تقریباً چودہ سو صحابہؓ کی پاکیزہ جماعت تھی، آپ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے، مگر جب مقام حدیبیہ میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ قریش نے اپنے دوسرے سرداروں کی فوج بھی طلب کرلی ہے اور خود بھی مسلح ہیں اور جنگ کے لئے تیار ہیں، اسی دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ خزاعی کو سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا کہ ہم لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ صرف عمرہ کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں، مگر قریش نے ان کا اونٹ چھین لیا۔ اور یہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر واپس آگئے تو پھر قریش نے عروہ بن مسعود کو جو مشہور سردار تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔

اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو بھی کی اور پھر حالات معلوم کر کے واپس قریش کفار کے پاس آگیا اور کہا کہ تم جناب محمدؐ اور ان کے اصحاب سے جنگ کا ارادہ بالکل ترک کردو، ورنہ تم بری طرح شکست کھاؤ گے، اس لئے کہ ان کے ساتھی اس کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، بلکہ میں قیصر و کسریٰ اور دیگر کئی بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں، لیکن خدا کی قسم کسی بادشاہ کی فوجیں اس بادشاہ کا اس قدر ادب و احترام نہیں کرتیں،

جس قدر اصحاب محمدؐ اس کا ادب کرتے ہیں، میری ان آنکھوں نے آج تک ایسا عجیب وغریب منظر نہیں دیکھا. میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوگیا ہوں اور میں تمہارا مخلص ساتھی ہونے کی حیثیت سے تم کو جنگ نہ کرنے کا مشورہ دے رہا ہوں،
میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں اس کے ادب واحترام کا یہ عجیب منظر دیکھا ہے کہ

وَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ إِلَّا رُفِعَتْ	بخدا وہ (محمدؐ) جب تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابیؓ
فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ	کے ہاتھ میں اٹھایا جاتا ہے پھر وہ صحابی اسے اپنے چہرے
بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ ۔ وَإِذَا	اور جسم پر مل لیتے ہیں جب وہ ان کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں
أَمَرَهُمْ بِأَمْرٍ ابْتَدَرُوْهُ وَإِذَا	تو وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اس کی تعمیل کرتے ہیں
تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى	اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے وہ ایک
وَضُوْئِهٖ فَيَدْلُكُوْنَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ	دوسرے سے سبقت حاصل کرتے ہیں، اور پھر اس پانی
وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ	سے اپنے چہروں کو دھونا فخر سمجھتے ہیں، اور جب
يُنَكِّسُوْنَ رُءُوْسَهُمْ، وَمَا	وہ ان سے کوئی بات کہتے ہیں تو وہ احتراماً پست آواز میں
يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ ۔ (بخاری جلد اول کتاب الشروط)	جواب دیتے ہیں اور وہ لوگ پیغمبرؐ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے،

یہ شہادت ہے صحابہؓ کے ادب کے متعلق ایک دشمن کی ۔ آپؐ اس کے الفاظ پر بار بار غور کریں کہ پیغمبرؐ اسلام کے ادب کا صحابہؓ کو کس قدر احساس تھا ۔

اور حضرت عمرؓ نے خود صحابہؓ کے ادب کے متعلق یہ الفاظ بیان فرمائے ہیں کہ جب ہم حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو صحابہؓ کا یہ حال ہوتا کہ :

كَأَنَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرَ	گویا کہ ان کے سروں پر کوئی پرندہ بیٹھا
(مشکوٰۃ جلد اول)	ہوا ہے اس لئے وہ حرکت نہیں کرتے،

خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک جہاں تمام انبیاء کے جمیع کمالات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، وہاں آپ کو بعض ایسی خصوصیات بھی حاصل ہیں جو صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں، اور دوسرا کوئی نبی ان میں شریک وسہیم نہیں اس موضوع پر علمائے امت نے مستقل کتب بھی تالیف فرمائیں ہیں مگر آج کی صحبت میں ہم صرف اس حدیث کی تشریح و توضیح کریں گے، جسے حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان فرمایا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نصرت بالرُّعْبِ مسیرۃ شھرٍ وجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَھُوْرًا فَاَیُّمَا رجلٍ مِنْ اُمَّتِیْ ادرکتہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَاتحلُّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب عطا کیا گیا ہے، میرے لئے تمام زمین کو مسجد اور پاک بنایا گیا تاکہ میری امت کے آدمی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آجائے وہیں وہ نماز ادا کرلے، میرے لئے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے انھیں کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت کی خصوصیت سے بھی نوازا گیا ہے۔

وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً

اور مجھ سے پہلے انبیاءؑ کو خاص طور پر اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور مجھے عام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔

(رواہ البخاری ومسلم، مشکوٰۃ جلد دوم ص۵۱۲)

اب ہم ان پانچوں خصوصیات کی الگ الگ مختصر طور پر تشریح کرتے ہیں۔

پہلی خصوصیت

"مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب عطا کیا گیا ہے"

اس بات کے ثبوت میں بہت سے دلائل وشواہد پیش کیے جا سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب عطا فرمایا تھا کہ اس کے اثرات سے ہر فرد بشر متاثر ہوتا تھا۔

روایت ہے کہ جب آپ کا ایلچی ہرقل کے پاس آپ کا خط لے کر گیا تو خط پڑھ کر اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ کہنے لگا کہ اگر آپؐ یہاں موجود ہوتے تو میں آپؐ کے پاؤں دھوتا نیز اس نے یہ بھی کہا کہ میں جس جگہ پر مقیم ہوں آپ اس جگہ پر ضرور قابض ہو جائیں گے۔ نیز آپ کے رعب کا اثر صرف انسانوں پر ہی نہ تھا بلکہ درندے تک اس سے متاثر تھے، بخاری میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام سفینہ کا جنگل میں ایک شیر سے سامنا ہو گیا تو انہوں نے شیر سے کہا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں تو وہ شیر آ کر آپ کے پاؤں چاٹنے لگا۔

علاوہ ازیں آپ کی روح پاک چونکہ مجمع الانوار تھی اور نور اور روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے، اس لحاظ سے ایک ماہ میں جہاں تک روشنی

پہونچ سکتی ہے وہاں تک آپ کا رعب ودبدبہ موجود ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ہر چیز آپ کے رعب تلے ہے۔

دوسری خصوصیت

"میرے لئے تمام زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے"

چوں کہ آپ کا دائرہ کار روئے زمین کے تمام لوگوں پر حاوی ہے، اس لئے تمام روئے زمین کو آپ کے لئے پاکیزہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے تاکہ جس خطۂ ارض میں آپ کا کوئی امتی موجود ہو وہ جس جگہ چاہے نماز ادا کرے، آپ سے قبل جس قدر انبیاء آئے ان کا دائرہ عمل محدود تھا، اور ان کی عبادت بھی مخصوص مقامات پر ہی ہو سکتی تھی بلکہ بعض معذور قسم کے لوگوں کو وہ عبادت گاہوں میں داخل تک نہ ہونے دیتے تھے، اور انھیں ناپاک قرار دے کر عبادت گاہوں سے باہر نکال دیتے تھے، مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی وجود کا یہ فیضانِ عام ہے کہ آپ کی آمد کی برکت سے ساری زمین ہی پاکیزہ اور عبادت گاہ بن گئی ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو آپ سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

تیسری خصوصیت

"میرے لئے غنیمتوں کو حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہیں کی گئیں"

ایک دوسری روایت میں اس خصوصیت کو بایں الفاظ بیان کیا گیا، کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی کمزوری پر نظر کرتے ہوئے یہ خاص احسان فرمایا ہے کہ میدان جہاد سے جو مال مسلمانوں کے ہاتھ لگے وہ ان کے لئے حلال ہے۔

آپ سے قبل جس قدر امتیں گذری ہیں، ان کے لئے میدان جہاد سے حاصل ہونے والا مال حلال نہ تھا وہ تمام مال کو نذر آتش کر دیا کرتے۔ اور اپنے استعمال میں نہ لاتے تھے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ، میری امت پر مال غنیمت کو حلال قرار دیا ہے، غرضیکہ جہاں مسلمانوں کو جہاد میں حصہ لینے سے خدا تعالیٰ کی رضامندی اور اخروی نعمتیں میسر آتی ہیں وہاں دنیا میں بھی مال غنیمت حاصل کر کے انھیں فائدہ پہونچ رہا ہے۔

چوتھی خصوصیت

"مجھے شفاعت کرنے کی خصوصیت بھی عطا فرمائی گئی ہے"

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جملہ انبیاء کرام، صلحاء اور شہداء بھی اذنِ الٰہی سے قیامت کے روز شفاعت کریں گے اور وہ شفاعت قبول بھی ہو گی مگر اس مقام پر جس شفاعت کا ذکر ہے یہ عام شفاعت نہیں بلکہ وہ شفاعتِ کبریٰ مراد ہے، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات سے مخصوص ہے اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں مختصر طور پر

اسے اس حدیث کی روشنی میں سمجھ لیجئے۔ جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میدان محشر میں جب گرمی کی شدت اور حدت بڑھ جائے گی اور لوگ مضطرب ہوکر خواہش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جلد حساب کتاب لے لے تو لوگ اکٹھے ہوکر حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر شفاعت کی درخواست کریں گے، مگر ہر نبی کوئی نہ کوئی عذر پیش کرکے اظہار معذوری کر دے گا، تب یہ لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر شفاعت کی درخواست کریں گے اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دربار الٰہی میں سجدہ ریز ہوجائیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے فرمائے گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھائیے شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ چنانچہ آپ شفاعت فرمائیں گے اس کے بعد حساب وکتاب ہوگا۔

پانچویں خصوصیت

"ہر نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے"

یہ خصوصیت اس بات کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ آپ کی نبوت عالم گیر ہے اور تمام زمانوں اور انسانوں کے لئے عالم گیر پیغام آجانے کے بعد، کسی دوسرے نبی کے بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی گویا اس میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کی خصوصیت پر دلالت پائی جاتی ہے۔ اب قیامت تک آپ ہی کی شریعت نافذ رہے گی اور اس کا کوئی ناسخ پیدا نہ ہوگا، مشرق ومغرب اور عرب وعجم کے لئے اب آپ ہی قیامت

تک پیغمبر ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نبوت کو ختم کر دیا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔ اور قرآن کریم میں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کہہ کر یہ واضح اعلان کر دیا گیا ہے کہ دین کی تکمیل ہو چکی ہے اور تکمیل دین کے بعد، مزید کسی دین یا نبی کی ضرورت باقی ہی نہیں رہتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے متعلق فرماتے ہیں :۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرۃ ۔ ۲۵۳) یعنی رسولوں میں بھی ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔

اس اعلان کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک نبی ایسا بھی ہونا چاہئے کہ جس پر کسی کو فضیلت حاصل نہ ہو اور ایسے پیارے پیغمبر، رہبر کامل، ہادیٔ برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، ہمارے اس دعوے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ آپ خاتم الانبیاء بھی ہیں، آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آیا اور نہ قیامت تک آئے گا، گویا آپ کی ذات میں تکمیل نبوت ہوگئی ،

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۔ ۱۰۷) اور ہم نے آپ کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ۔

ہر کمال کے بعد زوال ہوتا ہے ، اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے نبوت کو زوال سے بچانے کے لئے اسے ابدالآباد تک کے لئے معدوم قرار دے دیا تاکہ زوال کے عیب سے بے نیاز ہو جائے ،

چنانچہ اس کمال دین اور منتہائے نبوت کی تکمیل کے بارے میں دوٹوک

الفاظ میں ارشاد فرمایا:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج کے دن دین انسانیت مکمل کر دیا گیا
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ	اور یہ نعمتِ عظمیٰ اپنی پوری صلاحیتوں کے
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ	ساتھ ظاہر ہوگئی اور انسان کے لئے اسلام
دِيْنًا ۔ (المائدۃ-۳)	دین کے طور پر اللہ تعالیٰ نے پسند فرمالیا ۔

کیا ہم نبوت کی تاریخ میں کوئی ایسا نبی پاتے ہیں جس کو ساری انسانیت کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہو، اور جس پر نبوت کا خاتمہ کیا گیا ہو اور جس کو خود اللہ تعالیٰ نے یہ سند دی ہو کہ آج دین کی نعمت کی تکمیل کر دی اور اب اس میں ہمیشہ کے لئے کوئی اضافہ نہ کیا جائے گا ۔

حضرت یعقوبؑ یہود کے لئے مبعوث ہوئے، حضرت موسیٰ بھی یہود کے نبی مقرر ہوئے ۔ حضرت عیسیٰ کی ملت بھی مخصوص رہی ، ایک خاص علاقے کے لئے تھے اور ایک مخصوص دور کے لئے ۔ لیکن سرور کائنات آفتاب رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تاقیامت رہے گی، اور ہر ملک و ملت اور ہر دور کے لئے راہنما ہے ۔

دوسری مثال معجزے کی لے لیں ۔ دوسرے تمام انبیاء کو جو معجزات دیئے گئے وہ وقتی تھے اور غالباً اس کی مصلحت یہ تھی کہ ان کا مشن بھی وقتی تھا، اور خاص حلقے کے لئے تھا ۔ ہر دور اور ہر ملت کے لئے نہیں تھا ،

چنانچہ موسیٰ کو ید بیضا کا معجزہ عطا ہوا ۔ یا ان کا عصا سانپ بن گیا ۔ یا دریائے نیل ان کے لئے دو حصوں میں تقسیم ہوگیا ۔ یہ سب کی سب وقتی چیزیں تھیں ۔ جن کا اثر ختم ہوگیا ۔ یہی حال حضرت عیسیٰ کے معجزات کا [illegible] اور کوڑھیوں کو اچھا کردینا

حضرت عیسیٰ ؑ کی زندگی تک تھا ۔ اور خاص حلقے تک محدود تھا ۔ ان کے بعد ان چیزوں کا اثر ختم ہو گیا ، یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ ؑ کو کتابیں بھی دی گئیں لیکن یہ کتابیں معجزہ بنا کر نہیں پیش کی گئیں ، نہ تو خود ان کتابوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ہماری حیثیت ایک معجزے کی ہے اور نہ ان انبیاء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہماری یہ کتابیں معجزے کی حیثیت رکھتی ہیں ، لیکن سید الکونین رحمۃ للعالمین فخر کائنات ہادی برحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزہ عطا ہوا ، وہ قرآن کریم ہے ایک تو یہ کہ قرآن ابدی کتاب ہے ، خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے ، فرمایا :-

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر - ۹)

یعنی ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ۔

اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج تک قرآن میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی نہیں ہو سکی دوست و دشمن سب اس قرآنی معجزہ کو تسلیم کرتے ہیں ، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کتاب آخری شریعت اور اس کا حامل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ،

دوسری بات یہ ہے کہ خود قرآن نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں ایک معجزے کی حیثیت سے نازل ہوا ہوں ، اگر کسی میں ہمت ہے تو میری مثال پیدا کر کے دکھائے ۔

٭ ٭ ٭

حضور اکرمؐ کا حسن بھی بے مثال ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا، اور اس رات چاند کی چودہ تاریخ تھی۔ میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا کبھی سرور کائنات کے چہرہ کی طرف، اور حضور علیہ السلام کا چہرۂ مبارک مجھے چاند سے بھی زیادہ چمکتا ہوا نظر آتا تھا،

حضرت حسانؓ بن ثابت فرماتے ھیں،

وَ اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَ اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

میری آنکھوں نے آپؐ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا اور آپؐ سے زیادہ حسین وجمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپؐ کو ہر عیب سے پاک اور مبرّا پیدا کیا گیا ہے، گویا کہ جیسے آپؐ چاہتے تھے اسی طرح ہی آپؐ کو پیدا کیا گیا۔

قیامت کے دن

ہر فرقہ کو اپنے امام کے نام پر بلایا جائے گا

اور

اہلحدیث کو اپنے معصوم امام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بلایا جائے گا!

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! اہلحدیث کے مسلک سے وہ لوگ نفرت کرتے ہیں جو کسی غیر معصوم امام کے مقلد بن کر اس کی تقلید کو اپنا فرض سمجھتے ہیں، حالانکہ جن چار اماموں کی تقلید وہ کرتے ہیں وہ امام خود غیر مقلد تھے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ یہ چاروں امام کسی کے بھی مقلد نہ تھے، اہل حدیث درحقیقت ان اماموں کے مسلک کے تابعدار ہیں، اس لئے کہ ان اماموں نے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا امام خاتم الانبیاء سید المرسلین محبوب رب العٰلمین رہبر کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا تو اہل حدیث کے امام بھی سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اہل حدیث کا امام اور مسئلہ امامت کی تشریح

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل ۷۱، ۷۲)	جس دن ہم ہر جماعت کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، جو لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ اپنے اعمال نامہ کو پڑھیں گے اور ایک دھاگہ کے برابر بھی ظلم نہ کئے جائیں گے، اور جو لوگ اس دنیا میں اندھے ہوں گے وہ آخرت میں بھی اندھے ہوں گے اور خدا کے انعامات کے راستہ سے دور بھٹکے ہوئے ہوں گے

کلمۂ امام ہر مرکزی شئے کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں تورات کو بھی امام کہا گیا ہے، اس لئے کہ زبور، انجیل اور دوسرے پیغمبروں کے صحیفے تورات کے تابع تھے اور تورات مرکزی کتاب تھی، عرب سے شام کو جانے والی شاہراہ کو بھی قرآن میں امام کہا گیا ہے کیوں کہ یہ دوسرے راستوں کا مرکزی راستہ تھا۔ اور ایسے شخص کو بھی امام کہا گیا ہے جس کو لوگ مذہبی پیشوا مان لیں اور وہ مذہب کی مرکزی شخصیت بن جائے،

مذکورہ ارشاد میں مذہبی پیشوا مراد ہیں، جن کو لوگ اپنا امام بنا لیں، قرآن کریم میں کافروں کے پیشواؤں کو بھی امام کہا گیا ہے، جیسے ارشاد ہے :

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۔ (التوبة - ۱۲)	تم کفر کے اماموں سے قتال کرو،

* * *

اور نیک لوگوں کو بھی امام کہا گیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا (الفرقان ۔۷۴) یعنی اللہ کے نیک بندے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو متقیوں کا امام بنا ۔

تو اس جگہ امت کے نیک لوگ متقی لوگوں کے امام بننے کی دعا کر رہے ہیں

اور پیغمبروں کو بھی امام کہا گیا ہے ، چنانچہ ارشاد ہے :

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا (الانبیاء ۔۷۳) ہم نے (ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اور لوطؑ) کو امام بنایا جو ہمارے حکم کے ساتھ لوگوں کو ہدایت کر رہے تھے ۔

جب امام کی حقیقت سمجھ میں آگئی تو اب قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :۔

جماعت اہلحدیث کے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں

اس جگہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس دنیا میں لوگ جس قسم کے کام کریں گے قیامت کے دن ان کو ان کے ویسے ہی اعمال نامے دیئے جائیں گے تو جن لوگوں نے اس دنیا میں کسی امام معصوم کی تابع داری کی ہو گی ، یعنی پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنا کر اس کے دین کے لئے اپنی علمی قوتیں بھی صرف کی ہوں گی اور عملی قوتیں بھی تو ان کو ان کے پیغمبر اسلام کے ساتھ بلا کر دائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے ، کیوں کہ دایاں ہاتھ طاقت کی علامت ہے تو جب انہوں نے دنیا میں اپنی طاقت سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (امام) کے دین کو اختیار کیا اور پھیلایا ہوگا تو ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے ،

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پیغمبروں کے ساتھ ان کے امتیوں کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے جنھوں نے دنیا میں اپنا امام پیغمبرؐ کو بنایا ہوگا تو خوشی سے ان کے چہرے روشن ہوجائیں گے ، اور یہ لوگ خوشی سے اپنے اعمال نامے پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنائیں گے ۔

(بخاری جلد ۲ کتاب التفسیر بحث تفسیر سورۂ بنی اسرائیل)

ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جنھوں نے معصوم پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر غیر معصوم انسانوں کو اپنا امام بنایا ہوگا تو ان لوگوں کے قرآن کریم نے تین طبقے بیان کئے ہیں ۔

طبقات ثلاثہ اور اعمال ناموں کی تقسیم

پہلا طبقہ :- وہ لوگ ہوں گے جن کو اپنے اعمال نامے پشت کی طرف سے دیئے جائیں گے ۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ، فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ، وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ،

(الانشقاق ۱۰-۱۱-۱۲)

اور جن لوگوں کو اپنے اعمال نامے پشت کے پیچھے سے دیئے جائیں گے وہ جلدی ہلاکت اور موت مانگیں گے اور شعلہ مارنے والی آگ میں داخل ہوں گے ۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پس پشت ڈالا ہوگا ، تو ان کا نامۂ اعمال بھی پشت کی طرف سے ملے گا ، کیونکہ جیسا عمل ہوتا ہے ، ویسے ہی سزا ہوا کرتی ہے ، خواہ ان کا امام نیک ہو یا بد ہر صورت میں یہی سزا ہوگی ۔

دوسرا طبقہ :- ان لوگوں کا ہے جنہوں نے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر غیر معصوم انسان کو امام بنایا ہوگا تو ان کے متعلق ارشاد ہے :-

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِشِمَالِہٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَہْ (الحاقۃ ۲۵)

جن لوگوں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہیں گے ہائے افسوس مجھے یہ نامۂ اعمال نہ دیا گیا ہوتا تو اچھا ہوتا -

یہ ان لوگوں کا طبقہ ہے جنہوں نے دینِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی علمی اور عملی قوتیں صرف نہ کی ہوں، بلکہ جیسے کوئی بائیں ہاتھ سے کام کرتا ہے، ایسے ہی بے توجہی اور لاپرواہی سے کبھی کبھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو پڑھ لیا یا سن لیا تو چونکہ ان لوگوں نے پیغمبرؐ کے دین کے لئے اپنا بایاں ہاتھ استعمال کیا ہے، یعنی لاپرواہی برتی ہے تو ان کو نامۂ اعمال بھی بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو یہ لوگ شرمندگی کے مارے افسوس کریں گے کہ کیا اچھا ہوتا، اگر مجھے یہ نامۂ اعمال نہ ملا ہوتا -

تیسرا طبقہ :- ان لوگوں کا ہے جنھوں نے معصوم پیغمبرؐ کے دین سے بالکل اپنی توجہ ہٹالی اور غیر معصوم انسانوں کو اپنا امام بنا لیا تو مذکورہ بالا پہلی آیت میں ان لوگوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کو نامۂ اعمال ملنے کا سوال ہی نہیں بلکہ یہ وہاں اندھے اٹھائے جائیں گے کیونکہ یہ لوگ دنیا میں پیغمبرؐ کے دین سے اندھے بنے رہے ہیں -

لہذا ان کی سزا بھی ان کے عمل کے مطابق ہوگی، ان کو اندھا اٹھایا جائے گا - اور پھر اس کے بعد ان کے اعضاء ان کی بداعمالیوں کی گواہی دیں گے، تو پھر

میدانِ محشر میں اِن کو آنکھیں بھی دی جائیں گی، اس لئے کہ محشر میں مختلف حالات ہوں گے، پہلے یہ لوگ اندھے اٹھائے جائیں گے اور آخر میں دوسروں کی طرح ان کو بھی آنکھیں دی جائیں گی،

قرآن کریم میں ارشاد ہے :۔

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (ق - ۲۲) یعنی اے انسان تیری آنکھیں اس دن تیز ہو جائیں گی ۔

میدان محشر میں بھی اہلحدیثوں کے امام اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے،

خلاصہ یہ کہ جن لوگوں نے پیغمبر اسلام معصوم کے سوا دوسرے لوگوں کو امام بنایا ہوگا اگر وہ لوگ اس امام کے ذریعہ دین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتے رہے ہوں گے، تو یہ لوگ متقی ہوں گے اور ان کا امام متقی لوگوں کا امام ہوگا، جیسے مسلمان اگر کسی عالم ربانی کو امام بنا کر دینِ اسلام پر چلتے رہیں اور امام سے صرف اسلام کی تشریح حاصل کریں، تو ایسے لوگ اپنے امام کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور ان کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا، کیوں کہ ان کا اصل امام پیغمبرؐ رہے اور امتی امام صرف پیغمبرِ خدا کی باتیں بتلانے والا ہے ۔ مگر ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے پیغمبرؐ کو سرے سے امام ہی نہ بنایا ہو یا صرف زبانی طور پر امام کہتے ہوں مگر عملی زندگی میں ان کا امام کوئی اور ہو اگر یہ دوسرا امام نیک بھی ہو، پھر بھی یہ ان لوگوں سے اپنے آپ کو لاتعلق ظاہر کرے گا اور صاف کہدے گا کہ میں نے تو ان لوگوں کو پیغمبرؐ

کا دین بتایا تھا اور کہا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بناؤ، مگر انھوں نے بالکل پیغمبرؐ کے دین سے راہنمائی حاصل کرنی چھوڑ دی اور پیغمبر اسلامؐ کے دین سے اندھے بن گئے تو یہ کبھی قیامت کے دن اندھے اٹھائے جائیں گے اور پیغمبر اسلامؐ کے دین کو لاپرواہی سے پس پشت ڈال دیا ہوگا - تو ان کو نامہ اعمال پشت کی طرف سے ملے گا اور اگر پیغمبرؐ کے دین کی طرف پوری توجہ نہ کی ہوگی بلکہ برائے نام توجہ کی ہوگی تو ان کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا،

اسی لئے علامہ ابن کثیر نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مومنوں کو یہ چاہئے کہ اپنا امام صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بنائیں، کیوں کہ یہی لوگ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

فِيهِ أَعْظَمُ شَرَفٍ لِأَصْحَابِ الْحَدِيثِ (تفسیر ابن کثیر تحت سورۂ بنی اسرائیل مطبوعہ مصر)

اس ارشاد ربانی میں اصحاب حدیث کے لئے بڑا شرف ہے -

اس لئے کہ اصحاب حدیث کا یہی مذہب ہے کہ ہمارا امام صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، دوسرا کوئی نہیں -

غیر پیغمبرؐ کو امام بنانے والے مسلمان اگر دین پیغمبرؐ سے بالکل اندھے ہوجائیں گے تو ان کے لئے سزا مذکورہ آیت میں یہ ذکر ہے کہ یہ اندھے اٹھائے جائیں گے اور جنھوں نے دین پیغمبرؐ کو اس طرح پس پشت ڈال دیا ہو کہ اپنے مذہب میں قرآن وحدیث سے کبھی راہنمائی حاصل نہ کریں، بلکہ دوسرے انسانوں سے راہنمائی حاصل کریں گو زبانی طور پر قرآن وحدیث پر اپنا ایمان ظاہر کریں، اس لئے کہ اگر ایمان ہی ظاہر نہ کریں تو وہ اندھے ہیں اور اندھے اٹھائے جائیں گے، مگر یہ ایمان ظاہر کرنے والے قرآن وحدیث پس پشت ڈالنے والے ہیں، ان کو نامۂ اعمال

پشت کی طرف سے ملے گا، اور اگر قرآن و حدیث سے لاپرواہی ہے تو پھر نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا، آج ہم میں یہ تینوں طبقے موجود ہیں، ایک طبقہ وہ ہے جو صرف انسانی کتابوں سے راہنمائی حاصل کرتا ہے اور قرآن و حدیث سے بالکل اندھا بنا ہوا ہے۔ اکثر مسلمان تو ایسے ہی ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن و حدیث کو اس طرح پس پشت ڈال دیا ہے کہ تدریس و تعلیم میں قرآن و حدیث کو برائے نام پڑھا پڑھایا جاتا ہے، وہ بھی صرف تبرک کے لئے،

تیسرا طبقہ وہ بھی ہے جو قرآن و حدیث کو صرف بائیں ہاتھ سے پڑھتا اور پڑھاتا ہے، یعنی نہایت ہی لاپرواہی سے، ساری زندگی احناف کے مدرسوں میں غیر معصوم لوگوں کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، مگر قرآن و حدیث کے لئے صرف ایک سال (دورہ) ہوتا ہے۔ یا ایک مہینہ، تو یہ لوگ بھی پیغمبرؐ کو امام بنانے والے نہیں ہیں، پیغمبرؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنانے والے صرف وہ لوگ ہوسکتے ہیں، (یعنی اہل حدیث) جنھوں نے اپنی ساری زندگی قرآن و حدیث کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے وقف کردی ہے۔ مگر وائے افسوس کہ ایسے لوگ آج علماء میں بھی نہیں چہ جائے کہ عوام میں ہوں، پیغمبرؐ کو امام بنانے کا مطلب یہی ہے کہ اپنی جان، مال اور ہر چیز حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کردی جائے صرف کھوکھلے نعروں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو امام نہیں بنایا جاسکتا، جب تک تمام زندگی کا ہر لمحہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے طریقہ کے مطابق عملی طور پر اپنے اوپر نافذ نہ کرلیا جائے، دعا ہے کہ تمام اہل اسلام کو خدا مکمل طور پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار بننے کی توفیق عطا فرمائے،

آمین ثم آمین

مسلک اہلحدیث کی صداقت

اور

مسلک اہلحدیث کے امام خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ ہیں

اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ تمام مخلوق میں سے افضل سید العرب والعجم محبوب رب العالمین آفتاب رسالت سرور کائنات رہبر اعظم سید الرسل خیر البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر جماعت کو ان کے امام کے نام پر بلائیں گے، حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف واحد جماعت اہل حدیث ہی ہے جو امام اعظم محمد رسول اللہ کے نام پر بلائی جائے گی۔

مشہور و معروف شیخ الاسلام حضرت علامہ مفسر قرآن حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

هٰذَا اَكْبَرُ شَرَفٍ لِاَصْحَابِ	اہل حدیث کے لئے یہ بہت بڑا فخر ہے کہ
الْحَدِيْثِ لِاَنَّ اِمَامَهُمْ	(دنیا و آخرت میں) ان کے امام رہبر اعظم
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(بنی اسرائیل - ۷۱، ابن کثیر)

یعنی اس فرمان الٰہی میں بہت بڑا شرف و فضیلت ہے، واحد جماعت اہل حدیث کے لئے ان کے امام سرور کائنات آفتاب رسالت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ، حبیب خدا فداہ ابی و امی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، سید المرسلین رہبر کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اصحاب الحدیث کو قیامت کے دن

جنت ملے گی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَاءَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ مَا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَمَعَهُمُ الْمَحَابِرُ فَيَقُولُ اللهُ أَنْتُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ كُنْتُمْ تُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ.

اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اصحاب حدیث اللہ کے سامنے پیش ہوں گے اور ان کے پاس سیاہی کی دواتیں بھی ہوں گی جن سے وہ حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم اصحٰب الحدیث ہو، میرے پیغمبرؐ پر درود (شریف) بھیجتے رہے ہو، لہٰذا تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(جواہر الاصول از تاریخ خطیب بغدادی)

یہ انجام ان لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے پڑھاتے تھے، اور تحریری طور پر شائع کیا کرتے تھے، تو یہ لوگ ضرور کامیاب ہوں گے۔

جماعت اہلحدیث ہی فرقہ ناجیہ ہے

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ علی بن المدینی (استاذ امام بخاریؒ) اور عبداللہ بن مبارکؒ (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) اس بات پر متفق ہیں :

اِنْ لَمْ یَکُوْنُوْا اَصْحَابَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ هُمْ۔ (شرف اصحاب الحدیث ص۱۵)

اگر فلاح ونجات کی حقدار جماعت اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ فلاح ونجات پانے والے کون لوگ ہیں ؟ ۔

یعنی نجات حاصل کرنے والی جماعت اہل حدیث ہے ۔

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ ۔
(شرف اصحاب الحدیث ، ترمذی شریف)

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی وہ سب پر غالب رہے گی ان کے مخالف ان کو کچھ ضرر نہ پہونچا سکیں گے حتّٰی کہ قیامت قائم ہو جائے گی ۔

سید الکونین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو فرمایا :۔

اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا خَرَجَ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ ۔
(دارمی شریف)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ، میرے منہ سے حق ہی نکلتا ہے اس لئے میری حدیثیں لکھ لیا کرو ۔

ہمیشہ حق پر قائم رہنے والی جماعت اہلحدیث ہے!

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ	میری امت میں ایک جماعت قیامت
ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ	تک حق پر قائم رہے گی ۔

(شرف اصحاب الحدیث)

٭ ٭ ٭

اس جماعت کی پہچان امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت علی بن مدینی فرماتے ہیں:۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ	محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے فرمایا کہ حضرت
قَالَ عَلِیُّ بْنُ مَدِیْنِیْ هُمْ	علی بن مدینی محدث فرمایا کرتے تھے (یہ
اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ	طائفہ اصحاب حدیث کا ہے) یہ جماعت
(ترمذی شریف)	اہلحدیث ہے ۔
فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا وَاَهْلُ	(سنو) تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے
الْحَدِیْثِ بَعْدَنَا (شرف اصحاب الحدیث)	بعد تم ہی اہل حدیث ہو ۔
سَیَاتِیْكُمْ شُبَّانٌ مِنْ اَقْطَارِ	(صحابہؓ) تمہارے پاس زمین کے اطراف
الْاَرْضِ یَطْلُبُوْنَ الْحَدِیْثَ	واکناف سے لوگ میری حدیثوں کی طلب کو
فَاِذَا جَاءُوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا	آئیں گے جب وہ آئیں تو تم ان سے خیرخواہی
بِهِمْ خَیْرًا (شرف اصحاب الحدیث)	کرنا ۔

حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اہل حدیث تھے، حضرت ابو ہریرہؓ

اور حضرت ابو سعید خدریؓ طلبہ اہل حدیث کو فرما رہے ہیں کہ تم ہمارے بعد اہل حدیث ہو۔ اور اہل حدیث جماعت قدیم کی چلی آرہی ہے، اہل حدیث کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ صحابۂ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تمام لوگ اہل حدیث ہیں۔ جیساکہ امام شعبیؒ جو اڑتالیس صحابہ کرامؓ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں:۔

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ	اگر میں پہلے انجام کو جانتا تو صرف وہی
مَا اسْتَدْبَرْتُ مَاحَدَّثْتُ	حدیثیں بیان کرتا، جن پر اہل حدیث کا
اِلَّامَا اَجْمَعَ عَلَیْہِ اَھْلُ	اجماع ہے۔ (یعنی صحابہ کا اجماع ہے)

الْحَدِیْثِ (تذکرۃ الحفاظ)

⁂

بھائیو! غور کرو کہ حضرت امام شعبیؒ تابعی اساتذہ صحابہ کرامؓ کو اہل حدیث کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور پھر اس سے زیادہ روشن ثبوت اہل حدیث کے قدیم ہونے کے ثبوت ملتے ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جو ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں فوت ہوئے انکی عظیم کتاب ترمذی شریف پڑھنے پڑھانے والے طالب علموں سے پوچھ لیں، اہل حدیث کا لفظ بار بار آرہا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی کے امام حدیث ہیں اور اس وقت لفظ اہل حدیث عام بولا جاتا تھا اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین اور تبع تابعین کو اہل حدیث کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا پھر غور کرو، کہ اہل حدیث کوئی نیا لقب نہیں ہے، کچھ لوگ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ اہل حدیث کل کی پیداوار ہے، یہ لوگ علم سے دور ہیں، اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ نہیں کرتے اور قرآن و حدیث کو چھوڑ چکے ہیں۔

اہلسنت وہی لوگ ہیں جو اہلحدیث ہیں

حضرت امام قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے :۔

اِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَهْلَ الْحَدِيْثِ فَاِنَّهٗ عَلَى السُّنَّةِ . .	جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اہل حدیث سے محبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اہل سنت ہے ۔

(شرف اصحاب الحدیث ص۲۸)

نجات پانے والی جماعت صرف جماعت اہلحدیث ہے

سیدالعرب والعجم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،
میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی سوائے ایک فرقہ کے سب جہنم میں جائیں گے ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ حق پر قائم رہنے والا گروہ کون سا ہوگا ، آپؐ نے فرمایا :

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ	(جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہؓ چلے (آتے) ہیں ۔)

وہی جماعت حق پر ہوگی ، اور یہی مسلک اہل حدیث ہے ۔

شاہ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ

شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا فتویٰ کہ صرف قرآن و سنت پر عمل کرو :-

وَاجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ	اور تو کتاب و سنت کو اپنا راہنما بنالے
إِمَامًا لَكَ وَانْظُرْ فِيهِمَا	اور ان دونوں میں تامل و تدبر سے غور و
بِتَأَمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَاعْمَلْ	فکر کر اور ان کے مطابق عمل پیرا ہو اور
بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ	قیل و قال اور خواہشات سے
وَالْقِيلِ وَالْهَوَسِ	دھوکہ نہ کھا ۔

(فتوح الغیب)

تو اس ارشاد میں بھی سرورِ کائنات سید المرسلین کو اپنا امام بنانے کا فتویٰ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنانے کا مطلب یہ بتایا ہے کہ قرآن اور سنتِ رسولؐ کو اپنا امام بنا اور انہی میں غور و فکر کر اور ان دونوں پر عمل کر اور لوگوں کی مختلف باتوں اور خواہشات پر مغرور ہو کر دھوکہ نہ کھانا اس لئے کہ لوگ اپنی طرف سے مختلف باتیں پیش کریں گے اور وُہ باتیں ان کی خواہشوں کے مطابق ہوں گی اور تجھے گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہی باتیں صحیح اور درست ہیں، آپؒ نے درست فرمایا ہے :

لوگ اپنی باتوں کو اماموں کی طرف منسوب کر کے لوگوں سے ان باتوں کی تقلید کراتے ہیں اور سید المرسلینؐ کو اپنا امام نہیں مانتے -

جماعت اہلحدیث کے مرشد محبوب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!

ہمارے بریلوی کرم فرما اہل حدیث حضرات کو یہ بھی طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ بے مرشد ہیں اور ان کا مرشد و پیر کوئی نہیں ہے، حالانکہ جماعت اہل حدیث کا یہ ایمان ہے کہ ہمارا مرشد و پیشوا خدا کا معصوم پیغمبر خاتم النبیین ختم المرسلین سید الثقلین آفتاب رسالت سرور کائنات رہبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اس لئے کہ مرشد وہ ہوا کرتا ہے، جو لوگوں کو رشد و ہدایت دے اور رشد و ہدایت صرف وہی دے سکتا ہے جو غلطی اور گناہ سے معصوم ہو۔ اور جس کا محافظ خود رب ذوالجلال ہو، وہی ذنوب و عیوب سے مبارہ سکتا ہے، ورنہ جو خود گنہگار ہے وہ دوسروں کو مکمل ہدایت نہیں دے سکتا، اسی لئے حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے کہ

ع خودگم کردہ راہ کرا راہبری کند ۔۔

یعنی جو خود گمراہ ہے وہ کس کی راہنمائی کرسکتا ہے اور پیغمبرؐ کے سوا ہر شخص گنہگار ہو سکتا ہے، گناہوں اور غلطیوں سے معصوم ہونا صرف پیغمبرؐ کی شان ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

کلامِ خدا اور عصمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۔ نہ وہ پیغمبرؐ گمراہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی سرکش

(النجم-۲)

توجب پیغمبر کے سوا کوئی معصوم ہی نہیں ہے تو پھر ہم اس کو اپنا راہ نما اور مرشد کیسے بنالیں ؟ خود خداوند قدوس نے سب مومنوں کا مرشد اور پیشوا اپنے معصوم پیغمبرؐ کو قرار دیا ہے ، چنانچہ ارشاد ہے ۔

کامل نمونہ صرف سیرت مصطفےٰؐ ہے!

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب - ۲۱) بے شک تم مومنوں کے لئے پیغمبر کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے ۔

اس آیت مقدسہ میں " فی رسول اللہ " خبر مقدم ہے اور " اُسْوَۃٌ " مبتدا موخر ہے اور علم نحوی کا یہ قاعدہ ہے کہ کلموں کی تقدیم و تاخیر سے حَصر و تخصیص پیدا ہوا کرتی ہے ، لہٰذا یہاں بھی تخصیص ہے کہ اسوہ حسنہ صرف اور صرف پیغمبرؐ ہی کی زندگی میں ہے ، کسی غیر کی زندگی میں نہیں اور اسوہ سے مراد ایسے طریقے ہیں جن کا اتباع ضروری ہو تو اس جگہ اس اسوۂ حسنہ سے مراد سنت رسولؐ ہے اب فرمان الٰہی کا مطلب یہ ہوا کہ صرف پیغمبرؐ کی ذات ایسی ہے ، جن کی زندگی کے اقوال ، احوال ، افعال قابل اتباع ہیں ۔ اور پیغمبرؐ کے سوا خواہ کوئی کتنا ہی بڑا امام یا کتنا ہی بڑا دیگر بزرگ کیوں نہ ہو اس کی زندگی کے طور طریقے قابل اتباع نہیں ، تو پھر معصوم پیغمبرؐ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مرشد و پیشوا بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے صرف تین قسم کی بیعت ثابت ہے ،

حبِ رسول ہمارا جزوِ ایمان ہے

مخالفین دوست عام طور پر یہ الزام اہل حدیث پر لگاتے ہیں کہ ان لوگوں میں عشقِ رسالت نہیں ہے، بلکہ یہ پیغمبرؐ کو اپنے بڑے بھائی کا درجہ دیتے ہیں، اس لئے یہ لوگ گستاخ رسولؐ ہیں۔

ہم اپنا مسلک واضح طور پر پیش کرتے ہیں کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ :۔

"خاتم الانبیآء امام القبلتین سید الثقلین، شفیع المذنبین سید المرسلین سید العرب والعجم سرورِ کائنات خاتم المعصومین، محبوب رب العالمین، اکرم امام الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے حبیب خدا، صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی بنیاد ہے "

اور جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں وہ قطعاً مومن نہیں بلکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جس کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں وہ کافر اور ملعون بلکہ جہنمی ہے چہ جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بڑے بھائی جیسا درجہ دیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فخر انسانیت ہیں اور سب انسانوں سے اشرف ہیں، آپؐ جیسا بلند شان والا کوئی انسان نہ آپؐ سے پہلے پیدا ہوا اور نہ آپؐ کے بعد قیامت تک پیدا ہوگا. شان مصطفٰے کے متعلق ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ؏

خدا کے بعد محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہے تو اس عقیدہ کے

باوجود کون بدبخت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ اور مرتبہ میں بڑے بھائی جیسا درجہ دے سکتا ہے اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھے ہمارے نزدیک وہ کافر ہے، مگر یہ صرف آپ کے مقام اور مرتبہ کے متعلق عقیدہ ہے باقی رہی یہ بات کہ آپ انسان تھے یا نہیں، تو ہمارا عقیدہ ان قبر پرستوں جیسا نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم انسان نہ تھے ، ہمارے نزدیک ان لوگوں کا یہ عقیدہ شرفِ انسانیت کا انکار ہے انسانیت کو تو شرف ہی یہ حاصل ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو انسان بنا کر بھیجا، اگر آپ انسان نہ ہوتے تو پھر انسان اشرف المخلوقات قرار نہ پاتے ، مگر انسان ہونے کے باوجود آپ کا درجہ سب انسانوں سے برتر ہے اور آپ کی ذات مقدس سے محبت کرنا عین ایمان ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

(التوبۃ - ۲۴)

کہہ دیجئے اگر تمہارے آباء و اجداد اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا قبیلہ اور تمہارے وہ مال جن کو تم کماتے ہو، اور وہ تجارت جس کے مندہ پڑجانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اگر یہ آٹھ چیزیں تمہیں زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے تو پھر تم انتظار کرو تاکہ اللہ اپنا حکم عذاب لے آئے ۔

اس فرمان میں دنیا کی ہر محبوب چیز سے نظر پھیر کر تین چیزوں کی محبت کو ایمان کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، ایک اللہ سے محبت، دوسری پیغمبرؐ سے محبت اور تیسری اللہ کی راہ میں جہاد سے محبت۔ اس سے ثابت ہوا کہ اصل محبوب خداوند قدوس ہے اور پیغمبرؐ سے محبت بھی اس لئے ضروری ہے کہ وہ محبوب حقیقی سے انسان کو ملانے والا ہے اور پھر تیسری محبت جہاد سے ہے اور جہاد کا معنیٰ جدوجہد کرنا ہے صرف لڑنا ہی مراد نہیں، کیوں کہ اللہ کی راہ میں لڑنے کو قتال کہا جاتا ہے اور جہاد اس سے عام ہے، جہاد میں دین الٰہی کی تعلیم و تبلیغ اور دین کی عظمت کے لئے جان و مال قربان کرنا شامل ہے۔

رسول اللہ سے سچی محبّت ہی ایمان کی بنیاد ہے!

درحقیقت، اس دینی جدوجہد سے محبت کرنا علامت ہے پیغمبر سے محبت کرنے کی اور یہی پیغمبر کی محبّت جب تک دنیا کی ہر چیز پر غالب نہ آجائے تو انسان مؤمن نہیں ہوتا، ایمان کی بنیاد ہی محبوبِ خدا سے محبّت کرنا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے،

ہمارے نزدیک وہ شخص کافر ہے جس کے دل میں محبّت رسولؐ نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ کا ارشاد گرامی بھی اس فرمانِ الٰہی کی تفسیر ہے اور وہ ارشاد یہ ہے۔

چلے آؤ مسلمانو یہی تخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

عَنْ اَنَسٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ	حضرت انسؓ اور ابو ہریرہؓ دونوں سے
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ	روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی	نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے کوئی ایک
اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ	شخص بھی ایمان دار نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ
وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَوَالِدَتِهٖ	میں اس کا سب سے زیادہ محبوب ہو جاؤں
وَنَفْسِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ	اور اس کی اولاد سے اور والد سے اور والدہ
(بخاری جلد اول کتاب الایمان صے)	سے اور اس کی جان سے اور سب لوگوں سے،

تو اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں فرما دیا کہ جس شخص کے دل میں میری محبت اس کی جان اور رشتے داروں اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو وہ مومن نہیں،

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ ایمان کی بنیاد حضور اکرمؐ سے محبت پر ہے تو اب یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہئے کہ محبت کا تقاضا کیا ہے، اور یہ بات ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جب کسی شخص سے محبت کی جائے، اور اس کو محبوب بنایا جائے، تو پھر محبوب کی ہر بات اور ہر ادا بھی محبوب ہوا کرتی ہے، اگر محبوب کی ادا اور حرکت و نقل اور گفتار و کردار سے محبت نہ ہو تو ہر عقل مند یہی سمجھے گا کہ محبت کا دعویٰ کرنے والا کاذب اور جھوٹا ہے اس لئے کہ اگر اس کو اُس

شخص سے محبت ہوتی تو پھر یہ اپنے محبوب کی ہر ادا پر اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا اس لئے کہ محبت کا یہی تقاضا ہے اور صرف زبانی محبت جھوٹا دعویٰ ہے جو اللہ کے ہاں قبول نہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی محبت کو اپنے فرمان کے ذریعہ واضح فرما دیا ہے:۔

کامل ایمان دار کون ہے؟

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ۔ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ ط

عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ایمان دار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہشات تابع ہو جائیں اس شریعت کی جو میں لایا ہوں۔

(مشکوٰۃ جلد اول کتاب الاعتصام ص۳۰)

اس ارشادِ گرامی میں بھی پیغمبرؐ کی بنیاد بیان فرمائی ہے اور یہ بنیاد اپنی سب خواہشات کو پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کے تابع بنانا ہے کیوں کہ محبتِ رسولؐ کا یہی تقاضا ہے کہ رسولؐ کی پیش کی ہوئی شریعت سے اس قدر محبت کی جائے کہ اس کے مقابلہ میں سب انسانی خواہشات کو مٹا کر صرف شریعت کی تابعداری کی جائے یہی معیار ہے محبت رسولؐ کا۔

اور اسی مضمون کی دوسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

اِدھر حکمِ محمدؐ ہو اُدھر گردن جھکائی ہو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی ۔ قَالُوْا وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی ۔

(بخاری جلد دوم کتاب الاعتصام ص۱۰۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سب امتی بہشت میں داخل ہوں گے مگر وہ شخص داخل نہ ہوگا، جس نے انکار کیا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ کس نے انکار کیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری اطاعت کی وہ بہشت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی گویا کہ اس نے انکار کیا۔

اس فرمان سے بھی ثابت ہوا کہ محبتِ رسولؐ کا تقاضا یہ ہے کہ پیغمبرؐ کی تابعداری کی جائے اور جو تابعداری سے انکار کرے وہ جہنمی ہے، خواہ کتنے ہی محبت کے دعوے کرے۔!

قرآن وحدیث کی تابعداری ہی جنت کا سرٹیفکیٹ ہے

اسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور طویل حدیث میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے، یہ حدیث حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں تقریر فرمائی اور تقریر کے دوران یہ مثال بیان فرمائی کہ میری مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص اپنی قوم کو یہ کہے کہ آج رات تمہارے شہر پر دشمن کی فوج حملہ کرنے والی ہے لہٰذا اس شہر سے نکل جاؤ تو بچ جاؤ گے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، تو قوم کے کچھ افراد نے اُس

کی بات پر اعتماد نہ کیا اور شہر ہی میں رہے رات کے وقت دشمن کی فوجوں نے حملہ کیا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ وہ سب لوگ قتل کر دیئے گئے، اس کے بعد فرمایا کہ میری مثال بھی اس شخص جیسی ہے، میں ساری دنیا کے انسانوں کو خدا کے غضب سے بچنے کی دعوت دے رہا ہوں مگر کچھ لوگ میری دعوت کو قبول کر رہے اور باقی انکار کر رہے ہیں، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا :-

بدعتی سراسر خسارہ ہی میں ہے

فَذَالِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ وَاتَّبَعَ لِمَاجِئْتُ بِهٖ وَمَنْ عَصَانِیْ وَکَذَّبَ لِمَاجِئْتُ بِهٖ ط

(بخاری جلد دوم کتاب الاعتصام صفحہ ۱۰۸۱)

یہی مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے میری اطاعت کی اور تابع داری کی اس شریعت کی جو میں لایا ہوں اور ان لوگوں کی جنہوں نے میری نافرمانی کی اور تکذیب کی اس شریعت کی جو میں لایا ہوں،

تو اس ارشاد میں بھی یہی سمجھایا کہ نجات صرف ان لوگوں کی ہوگی جو میری پیش کردہ شریعت کی تابع داری کریں گے اور جو لوگ اپنے عمل سے میری شریعت کی تکذیب کریں گے اور اس کے مطابق عمل نہ کریں گے تو ان کے لئے ہلاکت یقینی ہے،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات درحقیقت قرآن مجید کی تفسیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا ہے :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر نظر ثانی کرنا حرام ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ

کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے شایان شان نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو وہ اس میں اپنا اختیار سمجھیں -

(الاحزاب-۳۶)

اس فرمان میں اللہ نے صاف فرما دیا کہ خدا کے رسول ؐ کے فیصلہ کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کا اپنا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اگر وہ اپنا اختیار اس کے بعد بھی اپنے معاملات میں استعمال کریں تو وہ مومن نہیں -

ان مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں ہمارے وہ مسلمان بھائی اپنی محبتِ رسول ؐ کے دعویٰ کو پرکھیں اور غور کریں کہ کیا یہ حضرات جس طرح قبروں پر عرس اور میلے رچا کر گانے بجانے کو محبّت رسول قرار دے رہے ہیں یا میلاد کی محفلیں یا قوالی کی محفلیں منعقد کر کے اور خوش الحان حضرات سے گانا سنتے ہیں اور ان گانوں میں محبّت رسول ؐ کے لیے چوڑے دعوے پیش کرتے ہیں، کیا ان کے اس طرزِ عمل کا کوئی ثبوت پیغمبرؐ کی شریعت سے ملتا ہے یا پیغمبرؐ کے سچے محبّ صحابۂ کرام رضؓ نے کبھی اس قسم کے اعمال اور افعال انجام دیئے ہیں، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمارے ان بھائیوں کو خود غور کرنا چاہیئے کہ کیا ان کا طرزِ عمل محبّت رسول ؐ ہو سکتا ہے ؟ ہمارا صرف یہی قصور ہے کہ ہم اس قسم کی بدعات سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محبّت رسول ؐ کا

طریقۂ رسولؐ کی شریعت کی تابعداری ہے ۔ ان بدعات کی تائید کرنا یا ان پر خاموش رہنا محبوب خدا سے دشمنی ہے اور اسلام کی مخالفت ہے، چنانچہ حضور اکرمؐ کی یہ حدیث ابراہیم بن مَیْسَرَہؓ سے روایت ہے ۔

بدعت کا تعاون اسلامی عمارت کو گرانے کے مترادف ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ ط	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی بدعت والے کی تعظیم کی گویا کہ اس نے عمارتِ اسلام کو گرانے میں اس بدعتی کی امداد کی ۔

(مشکوٰۃ کتاب الاعتصام صا۳)

اس سے ثابت ہوا کہ بدعت اسلام کی عمارت کو گرانے کا نام ہے اور جو لوگ ان بدعتیوں کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں یا ان کی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں وہ درحقیقت اسلام کی عمارت گرانے میں ان بدعتیوں کے مددگار ہیں ۔

حنفی حضرات کیوں اہل حدیث نہیں؟

عام طور پر ہمارے حنفی حضرات اہل حدیث نام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم حنفی بھی اہل حدیث ہیں، ہم بھی حدیثوں کو مانتے ہیں حدیثوں کے منکر نہیں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو ہمارے یہ بھائی حنفیت ترک کر دیں، اور اہل حدیث کہلائیں تو ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ ہمیں اس سے خوشی ہوگی، پھر دوسری بات یہ ہے کہ فقہ حنفی کی کتابیں ہمارے سامنے موجود ہیں، اور حنفیوں کے فتوے بھی ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، چنانچہ حنفیوں کا یہ طرز عمل ہر شخص پر واضح ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا ہے، یا حنفی کتابوں میں کوئی مسئلہ ذکر ہوتا ہے تو یہ اس مسئلہ کی دلیل میں یہی بات پیش کرتے ہیں کہ یہ ہمارے امام کا قول ہے یا ہمارے امام سے یہی روایت ہے اور ہم اپنے امام کے مقلد ہیں، ہماری دلیل کے لئے امام کا قول اور امام کی روایت پیش کر دینا ہی کافی ہے، اس سے زیادہ کسی دلیل کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں،

مذہب حنفی اور مسلک اہل حدیث میں واضح فرق

اور اس کے مقابلہ میں اہل حدیث جب فتویٰ دیتے ہیں یا کوئی مسئلہ پیش کرتے ہیں تو وہ دلیل میں پہلے قرآن کو پیش کرتے ہیں اور پھر حدیث رسول کو پیش کرتے ہیں، کسی امام یا عالم کا قول یا روایت دلیل میں پیش نہیں کرتے، یہ واضح فرق ہے مسلک اہل حدیث اور مسلک حنفی میں، البتہ اہل حدیث جب کسی حدیث کو پا لیتے ہیں تو اس کے صحیح یا ضعیف ہونے کی پوری تحقیق کر لیتے ہیں،

جب حدیث صحیح ہو تو پھر بلا خوف اس پر عمل کرتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس مسئلہ میں کسی کا کیا مذہب ہے یا کوئی کیا کہتا ہے ؟ اور پھر کوئی کیا کہے گا ؟ اور حنفی حضرات پہلے دلیل میں اپنے امام کا یا امام کے شاگردوں کا قول پیش کرتے ہیں اور پھر حدیث کی تلاش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے تقلیدی مذہب کی تائید ہو جائے ۔ اور اگر کوئی صحیح حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہو تو پھر وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح ، منسوخ ہے یا غیر منسوخ اور اس کا مطلب یہی ہے جو ہم سمجھے ہیں یا کوئی اور

اہل حدیث ہی حدیث رسول کے سچّے عاشق ہیں !

مگر اہل حدیث حدیث صحیح کے مل جانے کے بعد نہ کوئی عذر پیش کرتے ہیں ، اور نہ کسی امام یا عالمِ دین کے قول کی ضرورت سمجھتے ہیں اگر کسی امام یا عالمِ دین کا کوئی قول پیش بھی کرتے ہیں تو صرف تائید کے لئے ۔ خلاصہ یہ کہ (۱) مقلد اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں اور ہم اہل حدیث ۔ اور پھر (۲) مقلد دلیل میں غیر معصوم اماموں کا قول پیش کرتے ہیں اور اہل حدیث قرآن و حدیث پیش کرتے ہیں ، اور (۳) حدیث صحیح میں حنفی عذر یا تاویل پیش کرتے ہیں اور اہل حدیث بغیر چوں وچرا کے حدیث نبویؐ پر عمل کرتے ہیں ، (۴) حنفی کسی حدیث کو تائید کے لئے پیش کرتے ہیں مگر اہل حدیث حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور ائمہ کرامؒ کے اقوال کو تائید کے لئے ۔

یہ چار فرق ہیں مقلد حنفیوں اور اہل حدیث کے مسلک میں ، جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے ، شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ان فرقوں کو ایک مستقل باب میں تفصیل سے پیش کیا ہے ۔

مسلک اہل حدیث کے بانی حضرت محمد رسول اللہ ہیں!

دینی مسائل میں مقلدوں کے جتنے مذاہب ہیں ان کے بانی وہ ائمہ کرام ہیں جن کی طرف ان مذاہب کو منسوب کیا جاتا ہے اور ان مذاہب مسلکوں والے اپنے آپ کو اپنے مسلک کے بانی کی طرف خود منسوب کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں جیسے حنفی، امام ابوحنیفہؒ کی طرف اپنے مسلک کی نسبت سے حنفی کہلانے پر فخر کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے مسلک کی بنیاد امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب مسائل پر ہے اسی طرح امام شافعیؒ کے مسلک والے اپنے آپ کو شافعی کہتے ہیں، اور امام مالکؒ کے مسلک والے مالکی اور امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک والے حنبلی، ان میں سے کوئی بھی اپنی اس نسبت سے انکار نہیں کرسکتا مثلاً ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو امام ابوحنیفہؒ کا مقلد کہلاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خود حنفی کہتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مسلکوں کے بانی اِن اماموںؒ کو قرار دیا گیا ہے. مگر مسلک اہل حدیث والے اپنے آپ کو کسی غیر معصوم امام یا بزرگ کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اہل حدیث کہلاتے ہیں، اور اہل حدیث کا مطلب یہی ہے کہ ان کا مسلک حدیثِ رسول اللہ ہے، اور چوں کہ حدیث رسولؐ اللہ قرآن کی تفسیر و شرح ہے اور ہر شرح میں اس کے متن کے احکام ہوا کرتے ہیں، اس بناء پر حدیثِ رسولؐ میں قرآن کے احکام بھی موجود ہیں اور ان کی شرح بھی اسی لئے اہل حدیث کا مسلک قرآن و حدیث ہے۔

صداقت مسلک اہل حدیث کے متعلق بزرگان دین کی شہادت

اور

ناجیہ فرقہ کی پہچان

ابتدائے آفرینش سے اب تک دنیا میں بے شمار مذاہب آئے اور ہر ایک نے یہی دعویٰ کیا کہ میرا بتایا ہوا راستہ ہی صراط مستقیم ہے، سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بھیجا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَویٰ کی مصداق تھی اعلان کروا دیا کہ:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ، وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آل عمران ۱۹ - ۸۵)

کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ رکھنے والا دین صرف اسلام ہے، اور جو شخص اسے چھوڑ کر کسی اور راستہ سے خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا خواہش مند ہوگا وہ کبھی بھی کامیاب و بامراد نہ ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی تمام راہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح فرما دی ہیں، ان راہوں کے سوا اور کوئی راہ کوئے محبوب کو جاتی ہی نہیں ہے، لہٰذا ان پر چلنا ایک بے سود اور بے فائدہ بات ہے۔

اس جگہ پر ایک اہم سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ اہل اسلام کے ہاں بے شمار فرقے پائے جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک کا ادعا یہ ہے کہ وہی حقیقی اسلام پر کاربند ہے اور دوسرے تمام فرقے قابل گردن زدنی ہیں۔ ان حالات

ہیں یہ بات کیسے معلوم ہو کہ حقیقی اسلام پر کاربند کون سا فرقہ ہے۔
اس تعلق میں قرآن پاک کی ایک آیت ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ	اور جو حکم رسول خدا آپ کو دیں اس پر کاربند
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔	ہو جاؤ اور جن باتوں سے آپ کو منع فرما دیں ان
(الحشر ــ ۷)	سے رک جاؤ ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام رسولؐ کی پابندی کرنے والی جماعت ہی حقیقی اسلام پر کاربند ہوگی ۔
اس کی مزید وضاحت حضور علیہ السلام کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور ان میں سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب فرقے ناری ہوں گے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور علیہ السلام سے اس فرقہ ناجیہ کے بارے میں وضاحت چاہی تو آپؐ نے فرمایا :-

مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ	وہ فرقہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق پر عمل پیرا ہوگا ۔

اس حدیث سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ فرقہ ناجیہ وہ ہوگا جو رسول خدا اور اصحاب رسول کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتا ہوگا ۔ سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم احمد مجتبےٰ ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے " ما انا علیہ " کے ساتھ " اصحابی " کی قید اس لئے لگائی ہے کہ صحابہ کرام براہ راست فیض نبوت سے مستفیض ہوئے تھے اور وہی آپ کی صداقت کے اولیں گواہ تھے ،

اور دنیا بھر میں یہ بات ایک بین الاقوامی صداقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ عینی گواہوں کی موجودگی میں کسی اور آدمی سے حقیقت حال دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، مثلاً اگر کوئی جج کسی مقدمہ میں عینی شاہدوں سے روگردانی کرکے صدیوں بعد پیدا ہونے والے لوگوں کی گواہی پر اعتماد کرتا ہے تو وہ حق و انصاف کا خون کرنے والا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت کیا تو کچھ لوگ آپ پر ایمان لائے آپ نے ان کو تعلیم کتاب دی۔ اور خود ان کے سامنے احکام الہیہ پر عمل کرکے دکھایا، چنانچہ امور متنازعہ میں کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو صحابہ کے مقابل میں پیش نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ان کی حیثیت عینی شاہدوں کی ہے، اور عینی گواہ جو شہادت دے دیں اسی کے مطابق ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا،

اس جگہ ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ بزعم خویش اہل سنت ان لوگوں کو خیال کرتے ہیں جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے پیروکار ہوں حالانکہ یہ بات درست نہیں، اہل سنت کا لفظ اہل بدعت کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا کسی بدعتی کو اس لقب کے استعمال کا حق حاصل نہیں اس لقب کو وہی لوگ استعمال کر سکتے ہیں جو سنت نبوی اور سیرت صحابہ کی پابندی کرتے ہیں، اس امر کی توضیح کہ اہل سنت کا لفظ اہل بدعت کے مقابلہ میں آیا ہے اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنے مقدمہ میں بحوالہ ابن سیرین بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

" پہلے زمانہ میں اسناد کی نسبت سوال نہیں ہوتا تھا، لیکن جب فتنہ برپا ہوگیا تو سوال ہونے لگا کہ ہمیں اپنے راویوں کی شخصیت

بتاؤ تاکہ اہل سنت کو دیکھ کر ان کی روایت لے لی جائے اور اہل بدعت
کو دیکھ کر ان کی روایت رد کر دی جائے ؛ (مقدمہ صحیح مسلم)

حضرت ابن سیرین کی ولادت ۳۳ھ اور وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی ہے، آپ
جلیل القدر تابعی ہیں اور پہلی صدی ہجری میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کا وجود ہی نہ پایا
جاتا تھا ۔ لہٰذا یہ کہنا کہ جو شخص ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تقلید سے خارج ہو، وہ
اہل سنت نہیں پرلے درجے کی غباوت اور نافہمی ہے اگر اس تعریف کو درست
خیال کر لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ نکلے گا کہ صحابہ اور تابعین بھی اہل سنت نہ تھے
کیوں کہ ائمہ اربعہ ان کے زمانے میں موجود نہ تھے ، اعاذنا اللہ من ھذہ
الھفوات ۔

اب ہم اس امر کو ثقہ شہادتوں سے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے
نجات پانے والی جماعت ، جماعت اہل حدیث ہے اور یہی حقیقی معنوں میں
سنت نبوی کی اتباع کرنے والی ہے اور یہی جماعت زمانہ نبوی سے چلی
آرہی ہے ۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

امام الانبیاء سرتاج اصفیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لَا تَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ	کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ
قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ	اللہ کے دین پر قائم رہے گی، جسے نہ مخالفت
مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ	گزند پہونچا سکے گی اور نہ لوگوں کا اسے چھوڑ دینا
حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ	ضرر رسانی کا باعث ہوگا، یہاں تک کہ اللہ کا معاملہ آجائے
عَلٰی ذٰالِکَ (بخاری)	گا، اور وہ لوگ اسی (دین) پر قائم ہوں گے۔

اس حدیث میں ایک بات خاص طور پر قابل غور ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ جماعت "لاتزال" ہمیشہ قائم رہے گی، اس کا وجود کبھی ناپید اور زائل نہ ہوگا ، اب ہم اگر ان شور بہ غور حضرات کی ہاں میں ہاں ملا کر ان لوگوں کو اہل سنت مانیں جو ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں ۔ تو ان لوگوں کا آپ کیا نام رکھیں گے، جو اس وقت بھی اہل سنت کہلوتے تھے، جب ائمہ اربعہ کے مذاہب کا وجود بھی نہ تھا، اگر انہی کے مقلد اہل سنت ہیں تو "لاتزال" (وہ جماعت ہمیشہ رہے گی) میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس وقت تو ائمہ اربعہ موجود نہ تھے، چنانچہ حق بات یہی ہے کہ اہل حدیث ہی اہل سنت ہیں کیوں کہ یہی لوگ سنت نبوی اور سیرت صحابہ کی پیروی کرتے ہیں ۔

صداقت مسلک اہلحدیث

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظر میں ،

اُمّت کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد بلند مقام ہے ، تو خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا درجہ تمام امت سے بڑھ کر ہے ، صحابیت اور حضور اکرم سرورِ کائنات رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور تعلق کے معاملہ میں آپ کو ممتاز حیثیت حاصل ہے ، علم و تقویٰ کے اعتبار سے آپ بلند مقام پر فائز ہیں بایں ہمہ بعض مسائل کا آپ کو علم نہیں ہوا ،

ترمذی اور ابو داؤد میں قبیصہ بن ذویب سے مروی ہے کہ ایک عورت نے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ میرا پوتا یا نواسہ وفات پاگیا ہے اس کے ترکہ میں میرا کتنا حصہ ہے ، آپ نے جواب دیا ،

مَالَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ	جہاں تک میرا علم کام کرتا ہے کتاب اللہ
شَيْئٌ وَمَا أَعْلَمُ لَكِ فِي سُنَّةِ	اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	میں تیرے لئے کچھ بھی نہیں ، تم واپس
شَيْئًا وَلٰكِنْ ارْجِعِيْ حَتّٰى	چلی جاؤ میں لوگوں سے دریافت کروں گا ،

أَسْأَلَ النَّاسَ (ترمذی وابوداؤد)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی پاس ہی موجود تھے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو ترکہ میں چھٹا حصہ دیا ہے ، محمد بن مسلمہؓ نے بھی تائید

کی تب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ جدہ کے لئے چھٹا حصہ ہے۔

مسند دارمی میں میمون بن مہران سے حدیث مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسندِ خلافت پر سرفراز ہوئے، جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو:

نَظَرَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَفِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَمَعَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ وَقَالَ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ یَّحْفَظُ عَلَیْنَا فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَۃِ سُنَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔	اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دیکھتے، اگر قرآن پاک میں اس مسئلہ کا حل نہ ملتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (حدیث) میں تلاش کرتے اگر آپ کی سنت میں بھی مسئلہ کا حل نہ پاتے تو پھر تمام مہاجرینؓ و انصارؓ کو اکٹھا کرتے اور فرماتے کہ اے مہاجرین و انصار کی جماعت کیا تم میں سے کوئی اس مسئلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی محافظت کرتا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی آدمی بیان کر دیتا تو جواب میں فرماتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْنَا مَنْ یَّحْفَظُ سُنَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم میں ان اشخاص کو باقی رکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی محافظت کرتے ہیں،

اور پھر اسی کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے یہی مسلک خلفاء راشدینؓ کا تھا۔

مؤطا امام مالک میں حدیث موجود ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں شام کا علاقہ فتح نہیں ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ بنفس نفیس تشریف لے

گئے ، راستے میں پتہ چلا کہ وہاں طاعون زور سے جاری ہے یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے ، اسی اثناء میں عبدالرحمٰن بن عوف تشریف لائے ، وہ کہنے لگے ،

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ طَاعُوْنَ إِذَا وَقَعَ وَأَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ وَإِذَا وَقَعَ وَلَسْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَقْدَمُوْا إِلَيْهَا ۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا کہ بیشک جب طاعون پھیل جائے اور تم وہاں ہو ، تو اس سے ڈرتے ہوئے ہرگز باہر (کسی دوسری جگہ وغیرہ) نہ جاؤ ، اور جب یہ طاعون کی بیماری واقع ہوجائے اور تم وہاں نہ ہو تو تم اس علاقہ کی طرف پیش قدمی مت کرو ۔

حضرت عمر فاروق ؓ یہ حدیث سُن کر واپس ہو چلے کسی نے کہا کہ :-

أَفَرَرْتُمْ مِنْ قَدَرِ اللهِ قَالَ فَرَرْنَا مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَىٰ قَدَرِ اللهِ	کیا تم اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو ، تو جواب میں فرمایا کہ ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں ۔

گویا کہ تقدیر کا مسئلہ بھی حل کر دیا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر ؓ کی طرح حضرت عمر ؓ کو بھی جب کبھی کوئی مسئلہ درپیش آتا تو قرآن کے بعد احادیثِ نبوی ؐ مل جاتی تو اس پر عمل کرتے ۔

علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق ؓ مصر میں قاضی شریح کو لکھتے ہیں :-

" إِذَا جَاءَكَ أَمْرٌ فَانْظُرْ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَفِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ	اے شریح اگر تیرے پاس کوئی مسئلہ پیش آئے تو اس کو حل کرنے کے لئے قرآن پاک کے قوانین وضوابط کو مقدم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ لَّمْ تَجِدْ	سمجھو، اگر قرآن پاک سے مسئلہ حل نہ ہو سکتا ہو
فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھو
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَهِدْ بِرَائِكَ	اگر اس میں بھی مسئلہ نہ ملے تو پھر اپنی رائے سے
	اجتہاد کرو ۔

مگر میں تجھے چاہتا ہوں کہ تو خود اجتہاد نہ کر، کسی سابقہ صحابی کا اجتہاد لے کر استعمال کیا کر، یہی اہل سنت والجماعت اہل حدیث کا مسلک ہے ۔

الحاصل کتاب وسنت کے مقابلہ میں کسی شخص کا اجتہاد ہرگز نہیں چل سکتا، کتاب وسنت میں اگر اصلی مسئلہ نہ ملے تو پھر اجتہاد کی اجازت ہے، ہم اہل سنت کسی غیر معین مجتہد کا اجتہاد لے کر استعمال کر لیتے ہیں، جو اقرب الی الشریعت ہو. فافہم ۔

جامع ترمذی اور مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے کہ سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن میں بھیجنا چاہا، تو آپ نے فرمایا .

اِذَا جَاءَكَ اَمْرٌ بِمَاذَا تَقْضِيْ؟	(اے معاذ رضی اللہ عنہ) جب تیرے پاس کوئی کام آئے
قَالَ اَقْضِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ قَالَ	تو تم کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ
فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ	نے کہا کہ میں اللہ کی کتاب قرآن پاک سے فیصلہ کروں
قَالَ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ	گا، آپ نے فرمایا اگر تو اللہ کی کتاب میں نہ پائے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	تو پھر تم کیا کرو گے عرض کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ
قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ	علیہ وسلم کی سنت کو تلاش کروں گا، آپ نے فرمایا
رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ فَاجْتَهِدُ بِرَائِيْ	اگر تو سنت رسول میں بھی نہ پائے تو پھر؟ عرض کیا،

احکام الاحکام جلد ششم ص۹۴ اس صورت میں میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول (معاذ بن جبل) کو اس کی توفیق بخشی ۔

لیکن یاد رہے کہ اس حدیث سے مقلدین حضرات استدلال کرتے ہیں کہ کتاب وسنت کے علاوہ یمنی لوگ حضرت معاذ رضی کے اجتہاد پر عمل کیا کرتے تھے، اور یہی تقلید شخصی ہے ۔

الجواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی کے اجتہادات کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مقابلہ میں کبھی پیش نہیں کیا جا سکتا، البتہ جب قرآن اور حدیث سے کوئی مسئلہ نہ مل سکے تو واقعی اجتہاد کیا جا سکتا ہے جس کے صحیح یا غلط ہونے کا احتمال ہے لیکن جہاں کسی بزرگ کو کوئی مسئلہ نہ پہونچا ہو، اور انہوں نے اجتہاد کر لیا ہو، اور بعد میں حدیث مصطفٰے مل جائے اور اجتہاد اس کے خلاف ہو تو امام کو بھی اس سے رجوع کرنا لازم ہے اور عوام کو بھی اسے چھوڑ کر ارشاد نبوی پر عمل کرنا فرض ہو جاتا ہے، یہی ہے مسلک اہل حدیث ،

٭ ٭ ٭

حضرت علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

حضرت علی بن مدینی حدیث لَا تَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِیْث (ترمذی) کہ اس سے مراد جماعت اہل حدیث ہے۔

محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

عارف ربانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ان کا نام تو فقط اہل حدیث اور اہل سنت ہی ہے۔" (غنیۃ الطالبین فارسی ص ۲۱۲)

سید عبد القادر جیلانی کے نام کی گیارہویں ہڑپ کرنے والو کیا تمہارا کام فقط اتنا ہی رہ گیا ہے کہ تم ہر ماہ ان کا نام لے کر مرغے اور حلوے ہضم کرتے جاؤ اور ان کی بات کو نہ مانو اس جلیل القدر عارف کی شہادت کو اگر تم قبول نہیں کرتے تو ان کی غلامی کا دم کس لئے بھرتے ہو۔

تم بے شک اہل حدیث کا نام بگاڑ کر ان کا نام وہابی، نجدی، اور غیر مقلد رکھ لو مگر پیران پیر فرماتے ہیں:-

وَلَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا اِسْمٌ وَاحِدٌ وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِیْث۔ کہ ان کا نام اہل حدیث کے سوا، اور کوئی ہے ہی نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

امام موصوف نے حق کی سربلندی کے لئے جس قدر مصائب و آلام برداشت کئے ہیں، ان کے سننے سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، آپ فقہ وحدیث کے مسلمہ امام ہیں، آپ ۷۳ فرقوں والی حدیث کی توضیح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

اِنْ لَمْ یَکُوْنُوْا اَھْلَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ ھُمْ — اگر ناجی فرقہ کے لوگ اہل حدیث نہیں تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام موصوف اہل حدیث ہی کو سنت نبوی اور سیرۃ صحابہ کا پیروکار جانتے اور مانتے تھے ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

حضرت امام ابوحنیفہ جن کی جلالت شان کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں، جنہوں نے منصور جیسے جابر بادشاہ کی پیش کش کو ٹھکرادیا جس کی پاداش میں آپ کو قید خانے میں زہر دے کر ہلاک کردیا گیا، آپ فرماتے ہیں :۔

اِذَا صح الحدیث فھو مذھبی — کہ میرا مذہب، صحیح حدیث پر عمل کرنا ہے ۔

آپ کے اس قول سے یہ بات واضح ہے کہ آپ حدیث نبوی کے پیروکاروں میں سے تھے ، اور اس کے مقابلہ میں نہ اپنے قول کو کوئی وقعت دیتے تھے اور نہ کسی اور کے قول کو درخور اعتناء سمجھتے تھے ۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

حضرت امام شافعیؒ زہد واتقاء، علم وعمل اور ثقاہت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے فرماتے ہیں:۔

علیکم باھل الحدیث فانھم	لوگو! اہل حدیث جماعت کے ساتھ شامل
اکبر صوابا عن غیرھم	ہو جاؤ وہ دوسرے فرقوں سے زیادہ راست رو ہیں ۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

ہارون الرشید کے دور حکومت کے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف کے دروازے پر کچھ اہل حدیث آئے تو آپ نے فرمایا:

مَا عَلَی الْاَرْضِ خَیْرٌ مِّنْکُمْ   کہ روئے زمین پر تم سے بہتر کوئی آدمی نہیں،

یہ بات آپ نے اس وجہ سے بیان فرمائی کہ آپ کو اس بات کا علم تھا کہ یہ لوگ وجہ تخلیق کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے ہیں ۔ اور دنیا میں نہ کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہے اور نہ ہی کوئی شخص آپ کے پیروکار سے بہتر ہو سکتا ہے ۔

مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

مولوی صاحب موصوف مسلک حنفی سے وابستہ تھے مگر کس شان سے اہل حدیث کی حمایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

" اصولی اور فروعی مسائل جن میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے اکثر مسائل میں محدثین کا مذہب دوسرے مذاہب سے زیادہ قوی ہے "

اور پھر فرماتے ہیں :

" اللہ تعالیٰ ہمارا حشر اس جماعت میں کرے اور ان کی محبت اور ان کی سیرت پر ہمیں موت دے " (امام الکلام)

ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر موجودہ دور تک کے جلیل القدر علماء بلکہ ان حضرات کی بھی شہادات پیش کر دی ہیں جن کی محبت کا دم اہل سنت بھرتے ہیں، مگر آہ! لوگ مذہب کے لئے لڑتے مرتے تو ہیں مگر اس پر عمل کرنے کا نام نہیں لیتے، ہم نے احقاق حق کی خاطر، ناجی فرقہ کے متعلق بزرگانِ دین کی شہادات پیش کر دی ہیں ،

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بارہویں صدی کے عظیم الشان مجدد، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ كَلَامِهٖ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۴۹)

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، دنیا میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں جس کی ہر بات صحیح تسلیم کرلی جائے۔

حضرت شاہ صاحب کا یہ استدلال قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے کہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔

وہ (رسول) اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ وہ وحی الٰہی ہوتی ہے، جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

چونکہ رسول وحی الٰہی کے مطابق بات کرتا ہے اور اس کی بات کو رد کرنا دراصل وحی الٰہی کو رد کرنا ٹھہرتا ہے۔ لہٰذا حضور علیہ السلام ہی ایک ایسے شخص ہیں، جن کی بات کو رد نہیں کیا جا سکتا، باقی دوسرا کوئی شخص نہ تو وحی الٰہی کا مورد ہے۔ اور نہ ہی اسے معصومیت کا مقام حاصل ہے اس لئے آپ کے سوا کوئی شخص قابل اتباع نہیں ہو سکتا۔

حضرت سلطان باہوؒ کی شہادت

اور

مسلک اہل حدیث کی صداقت

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، فخر الواصلین، فنافی ہُو، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

"اور جن فقیروں کا دل حضوری میں ہو، ان کا دفتر معرفت الہٰی سے ہوتا ہے، اس واسطے عارفوں کا کوئی گناہ ظاہر اور باطن کے دفتر میں ملائک نہیں لکھتے ہیں کیوں کہ ان کے دل میں ذکر اللہ زبان پر مطلق قال اللہ وقال رسول اللہ ہوتا ہے، یہ لوگ اہل حدیث ہوتے ہیں اور دنیا کی طلب میں ابلیس خبیث کے طالب نہیں ہوتے"

(محک الفقراء مترجم صنا۱۰)

اس تحریر میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اہل حدیث کے مسلک کی صداقت کو واضح الفاظ میں بیان فرما کر لوگوں پر اتمام حجت کردی ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ طالب دنیا نہیں ہوتے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اقوال رسول کی پیروی کو ترک کرنا دراصل جیفۂ دنیا کو طلب کرنا ہے۔ فرماتے ہیں :-

قرآن اور حدیث تمام عالم کے راہنما ہیں

"چوں کہ یہ امر مانا ہوا ہے کہ تمام عالم کا راہنما سوائے قرآن اور حدیث کے اور کوئی عالم میں نہیں ہے، جو کوئی اس کا منکر ہے وہ کافر ہے اور تمام صاحب تقویٰ اور صاحب فتویٰ اور تمام عارفوں عاشقوں اور واصلین الی اللہ اور کاملین لی مع اللہ کا مرشد کامل اور مکمل قرآن و حدیث ہے، اسی کے سبب سے لوگوں کو درجات علیہ نصیب ہوتے ہیں اور مرتبہ ولایت پر فائز ہوتے ہیں،، (محک الفقراء مترجم ص۳۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعت کی دشمنی ہے

فرماتے ہیں :-

"خدا کی دوستی سے شیطان کی دشمنی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی سے بدعت کی دشمنی ہے اور قرآن کی دوستی سے بے عملی کی دشمنی ہے اور فقراء کی دوستی سے اہل دنیا کی دشمنی ہے" (محک الفقراء مترجم ص۵۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے پیروکار اہلسنت ہیں

فرماتے ہیں :- "اب میں تجھ سے ان دو لفظوں کی شرح کرتا ہوں یعنی خیر اور شر کی کہ یہ دونوں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اس کے معنی یوں سمجھنا چاہیئے کہ خیر سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور آپ کے پیروکار کا نام اہلسنت والجماعت رکھا یعنی جو لوگ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی راہ پر چلے تو جو کوئی ان کی راہ پر چلے گا وہ اہل سنت والجماعت ہوگا" (محک الفقراء مترجم ص۹۶)

انکار بدعت سے دل نور ایمان سے معمور ہو جاتا ہے

فرماتے ہیں :۔ "جو بدعت سے انکار کرتا ہے، خدا تعالیٰ اس کا دل ایمان سے بھر تا ہے۔" (محک الفقراء مترجم ص۳۱۵)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ عنہم کی اقتداء اور پیروی کرنے والے اہل سنت ہیں اور جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی روش کو ترک کر کے کسی دوسرے شخص کی پیروی کرتے ہیں، ان کا اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں، اب اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام اور صحابہ کی راہ کو بھی چھوڑ دے اور اہل سنت ہونے کا بھی دعویٰ کرے تو وہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شر کے طریق پر چلنے والا ہے اور خیر کے طریق یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ بدعتی انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس سے نور ایمان رخصت ہو جاتا ہے، اس لئے کہ نورانیت حضور علیہ السلام کی اقتداء سے ملتی ہے اور جو شخص آپ کی سنت کو چھوڑ کر، کسی دوسرے شخص کی بتائی ہوئی راہ کو اختیار کرتا ہے، اس کے دل میں ظلمت ڈیرے ڈال دیتی ہے کیونکہ اس نے روشنی اور نور کے منبع سے اپنا منہ موڑ لیا ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص روشنی سے منہ موڑ لیتا ہے اس کو سوائے ظلمت اور تاریکی کے اور کیا مل سکتا ہے۔

☆

SIRAATE MUSTAQEEM

AL DARUSSALAFIAH

6/8, SHAIKH HAFIZUDDIN ROAD, BYCULLA BRIDGE, BOMBAY-400 008.